بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والعصر ○ ان الانسان لفی خسر ○

جامعہ عثمانیہ کا ترجمان

العصر

پشاور

مدیر مسؤل

مفتی غلام الرحمٰن

جولائی 2004ء جمادی الاولی ۱۴۲۵

آپ کی توجہ کیلئے !!

جامعہ عثمانیہ پشاور کے توسیعی منصوبہ میں حلقہ جلوزی علاقہ خٹک تہکال ... نزدیکی میں پچپن کنال وسیع قطعہ اراضی پر دو ہزار طلباء کیلئے تدریسی، رہائشی اور ... عمارات کا مجوزہ نقشہ تیار ہو چکا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار نمازیوں کیلئے جامع مسجد ﴿عبداللہ ابن مسعود﴾ کے نام سے ایک وسیع اور خوبصورت مسجد بھی منصوبہ کا اہم حصہ ہے۔ سرسری جائزہ کے مطابق صرف مسجد پر (دو کروڑ) 2,00,00,000 روپے کی لاگت آتی ہے۔ اللہ تعالی کا پاک نام لیکر اس منصوبہ پر کام شروع کیا گیا ہے

کیا معلوم ؟ کہ آپ جیسے درد دین رکھنے والے بے لوث خادم دین مسلمان کی حلال آمدنی میں سے کچھ حصہ اس کے لئے قبول ہوکر آخرت سنوارنے کا ذریعہ ثابت ہو۔ اس لئے آپ اس مقدس مشن میں اپنا حصہ نقد، سریا، سیمنٹ، بجری، ریت یا عمارتی لکڑی کی شکل میں ڈال سکتے ... ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کو ... اہم خدمت کیلئے قبول فرمائے۔ آمین

شعبہ نشر واشاعت جامعہ عثمانیہ پشاور

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

ماہنامہ

العصر

پشاور

زیر سرپرستی

حضرت مولانا حکیم لطف الرحمن صاحب زید مجدہم

مجلس ادارت

مدیر مسؤل
مفتی غلام الرحمن

نائب مدیر
مولانا ذاکر حسن نعمانی

مجلس مشاورت

مولانا حسین احمد
مفتی نجم الرحمن

قانونی مشیر
نثار خان ایڈووکیٹ

جولائی 2004ء جمادی الاولی ۱۴۲۵ھ جلد ۱۰ شمارہ ۷

فہرست مضامین

صدائے عصر	اداریہ	۲
محاسن القرآن	مفتی غلام الرحمن	۹
نظام تعلیم میں مساوات کی اہمیت	مفتی ذاکر حسن نعمانی	۱۶
دار الافتاء	مفتی غلام الرحمن	۲۲
مجوزہ ایکٹ		۲۶
اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا چارٹر اور ہمارے دینی مراکز کی ذمہ داری	مولانا زاہد الراشدی	۳۰
دنیا کی موجودہ کشمکش	ابوالحسن علی ندوی	۳۵
عظیم سانحہ، مرد حق، مرد درویش	مولانا محمد رشید	۴۳
یاد حیات	مولانا حسن جان	۴۹
تبصرہ کتب	احسان الرحمن عثمانی	۵۴
اطلاع	ادارہ	۵۶

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر۔ صوبہ سرحد پاکستان فون ۲۷۳۵۶۱-۰۹۱

پبلشر و دفتر مفتی غلام الرحمن نے وحدت پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا

بدل اشتراک فی پرچہ 15 روپے / زر سالانہ اندرون ملک 125 روپے بیرون ملک 25 ڈالر کی قیمت

Scanned with CamScanner

صدائے عصر

حکومت صوبہ سرحد نے نفاذ شریعت کونسل سے ذاتی مکان، اسلحہ اور گاڑی پر ٹیکس کی شرعی حیثیت کے بارے میں رائے طلب کی۔ کونسل نے غور و خوض کے بعد اس کے بارے میں جو رائے دی ہے۔ قارئین کے فائدہ کے لئے پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

ذاتی مکان، گاڑی اور اسلحہ پر ٹیکس کی شرعی حیثیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت واقعی ضروریات کے تکفل کے لئے عوام کی طرف رجوع کر کے بوجھ اٹھانے میں ان کو شریک کر سکتی ہے۔ موجودہ دور کے نظام حکومت کو سامنے رکھتے ہوئے عوام پر ٹیکس مقرر کرنے میں کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں۔ ترقی پذیر ممالک تو درکنار بلکہ ترقی یافتہ ممالک کی حکومتیں بھی عوام سے ٹیکس وصول کیے بغیر نہیں چل سکتیں۔ اس لئے مرکزی یا صوبائی سطح پر ٹیکس کا نفاذ کوئی ایسا قانون نہیں، جس کو غیر اسلامی کہا جائے۔ بلکہ نظام ٹیکس سے اگر ظالمانہ اور جابرانہ عناصر کا خاتمہ کیا جائے۔ تو اس کی ادائیگی عوام کا مذہبی اور اخلاقی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ ترمذی شریف کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(ان فی المال حقا سوی الزکوۃ) بے شک مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ بلا شبہ صرف زکوۃ ادا کر کے اپنے آپ کو فارغ البال نہیں سمجھنا چاہئے۔ بلکہ مسلمانوں کے اموال میں زکوۃ کے علاوہ بھی بہت سے حقوق ہیں۔ چنانچہ فقہاء کرام کی تعبیرات اس سلسلے میں واضح ہیں کہ نظام حکومت چلانے کے لئے جو بوجھ (ٹیکس) عوام کے کندھوں پر ڈالا جائے۔ عوام کے لئے اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ وجوبی حقوق کی طرح ٹیکس کی ادائیگی بھی ضروری امر ہے۔

لیکن واضح رہے کہ اسلام کے نظام ٹیکس اور مروجہ ٹکسیشن نظام میں بڑا فرق ہے۔ موجودہ

نظام کو ایسی پیچیدگیوں کا شکار ہے۔ جس میں انصاف دور تک دکھائی نہیں دیتا۔ اہل اس میں بے چارے غریب عوام کو ظلم و زیادتی کا تختہ مشق بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ غریب کے خون پسینے کی کمائی پر غاصبانہ قبضہ جمانے کے لئے قانونی دفعات کا سہارا لیا جاتا ہے۔ لیکن اپنے مال کا حساب نہ رکھنے والوں کو قانونی پیچیدگیوں کا سہارا دے کر چور دروازے سے نکلنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔

ٹیکس کے بارے میں اسلام کا ایک منصفانہ قاعدہ خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ کہ عوام کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لئے مقررہ وسائل کی فراوانی کے لئے راستے ہموار کئے جائیں۔ تاکہ عوام معاشرہ میں پرسکون زندگی بسر کر سکیں۔ ہاں جب ٹیکس کی ضرورت پڑے تو اس میں لوگوں کی بنیادی ضروریات کو متاثر نہ کیا جائے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

(یسئلونک ما ذا ینفقون ٥ قل العفو) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ہم کس قدر راہ خدا میں خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے۔ جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو۔ حضرت عثمانؓ نے اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے باقاعدہ حکم دیا تھا۔

(ان لایاخذمنھم الا فضلھم عن رضاء ھم) عوام کی رضامندی سے ان کا مال لیا جائے جو ان کی ضروریات سے زائد ہو۔

اس لئے بنیادی طور پر مذکورہ تینوں چیزیں بنیادی ضروریات کا حصہ ہیں۔ مکان اس کے رہنے کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ جبکہ ذاتی گاڑی آمد و رفت کو آسان بناتی ہے۔ اور اسلحہ تحفظ کا ذریعہ ہے۔ بنیادی طور پر یہ چیزیں ٹیکس سے مستثنی ہونی چاہئیں۔

زیر نظر مسئلہ میں ان اشیاء پر ٹیکس صوبائی حکومت کے زمرہ میں آتا ہے۔ ان چیزوں کو اگر بالائے طاق رکھا جائے۔ تو اس سے کئی ایسے مسائل پیدا ہوں گے۔ جنہیں کنٹرول کرنا حکومت کی بس کی بات نہیں ہوگی۔ اس لئے اس میں قدرے تفصیل ضروری ہے۔

Scanned with CamScanner

مکان کا ٹیکس:

بے شک مکان آدمی کی بنیادی ضرورت ہے۔لیکن قانون کے حوالہ سے ذاتی مکان بنانے کے لئے کوئی خاص قاعدہ اور قانون موجود نہیں۔جس کا سہارا لیکر اسراف وتبذیر اور پرتعیش مکانات پر کنٹرول کیا جا سکے۔معاشرتی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ معاشرہ کی آمدنی کا اکثر حصہ مکان پر خرچ کیا جاتا ہے۔(شیطالون فی البنیان) یعنی بڑے بڑے مکانات بنانے میں مقابلہ کا ایک بازار گرم ہے۔اور ہر ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا تہیہ کر چکا ہے۔ہر ایک کی تمنا ہے کہ اس کا مکان بے نظیر ہو۔کوئی دوسرا اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔اس لئے اگر صرف ذاتی مکان کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔تو اس سے پرتعیش زندگی گزارنے کو ایک اور سہولت میسر ہوگی۔جس سے تبذیر اور اسراف کی حوصلہ افزائی ہوگی۔تعمیری منصوبوں کو سامنے رکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ پانچ مرلہ میں عموماً معاشرہ کا وہ طبقہ رہتا ہے۔جو آمدنی کے حوالہ سے کمترین طبقہ ہے۔اور اپنی ضروریات مشکل سے پوری کرتا ہے۔اس سے زائد سات یا دس مرلہ میں عموماً معاشرہ کا وہ طبقہ رہائش پذیر ہے جو اپنی ضروریات کے علاوہ کچھ معمولی سا بوجھ اٹھانے میں دقت محسوس نہیں کرتا۔

اس لئے نفاذ شریعت کونسل نے پہلے مرحلہ کی رپورٹ میں یہ تجویز دی ہے کہ پانچ مرلہ رہائشی مکان ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔اب کونسل نے دو اجلاس منعقد کر کے اس پر اتفاق کیا ہے۔کہ پانچ مرلہ سے زائد مکانات میں عموماً جس مسرفانہ نمائش کا اہتمام ہوتا ہے۔اس کی روک تھام حکومت کی ذمہ داری ہے۔تا کہ معاشرہ میں بڑھتی ہوئی بد دیانتی پر قابو پایا جا سکے۔اور اس کی روک تھام ہو۔اس کے لئے پانچ مرلہ سے زائد مکان پر ٹیکس عائد کرنا اسلام کے فلسفہ انصاف سے متصادم نہیں۔پانچ مرلہ مکان کو ٹیکس سے مستثنیٰ کر دینے میں مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) ایک جائزہ کے مطابق پانچ مرلہ مکان کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دینے سے صوبائی حکومت کے محاصل کی آمد میں چار کروڑ روپے کی کمی واقع ہوگی۔چونکہ صوبائی حکومت کے لئے اس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔کہ دوسرے صوبوں کی نسبت سے اس صوبہ کی معاشی حالت ابتری کا شکار نہ ہو۔ورنہ پھر

لوگ اس کی بدنامی کی نسبت اسلام کے سر تھوپنے کی کوشش کریں گے۔اس لئے کونسل یہ تجویز دیتی ہے کہ چار کروڑ کی یہ کمی دوسرے ذرائع سے پوری کرنے کے لئے آسودہ حال طبقہ کو شریک کیا جائے۔تا کہ ایک طرف مسرفانہ اقدامات کی حوصلہ شکنی ہو۔اور حکومت کے وسائل بھی متاثر نہ ہوں۔

(۲) پانچ مرلہ ذاتی مکان کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دینے میں اس کا بھی خیال رہے کہ معاملہ کسی پیچیدگی اور افسر شاہی کی معمہ سازی کا شکار نہ ہو۔تا کہ بے چارے غرباء اس سہولت سے محروم نہ ہوں۔یا یہ ٹیکس حکومت کی بجائی بد دیانت عملہ کی جیبوں میں نہ چلا جائے۔کیونکہ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ بد دیانت عملہ دی ہوئی سہولت کے لئے بے بنیاد شرائط لگا کر لوگوں کو اپنے دام میں پھنساتے ہیں۔اور پھر لٹکا کر کے چھوڑ دیتے ہیں۔یوں غرباء یقینی سہولت سے محروم رہتے ہیں۔اور کرپٹ عملہ اپنی جیب بھرنے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔

(۳) حکومت کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ پانچ مرلہ ذاتی مکان پر ٹیکس کی چھوٹ واقعی چھوٹ ہو۔یعنی ایسا نہ ہو کہ متبادل راستے استعمال کر کے کسی دوسرے نام سے یہ ٹیکس وصول کیا جائے۔جیسا کہ عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ ایک طرف راستہ بند کر کے دوسری طرف سے راستہ کھول دیا جاتا ہے۔اور دی ہوئی سہولت صرف لفاظی تک محدود رہتی ہے۔

(۴) پانچ مرلہ سے زائد رہائشی مکان پر ٹیکس وصولی کا یہ مطلب نہیں۔کہ یہ سزا کے طور پر لاگو ہو۔یعنی اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔کہ پانچ مرلہ سے زائد مکان بنانا کوئی مجرمانہ اقدام ہے۔جس کی وجہ سے ان سے جرمانہ ٹیکس کے نام سے وصول کیا جائے۔بلکہ شریعت کے حدود میں رہتے ہوئے کوئی شخص اپنے لئے بڑے مکان بنائے۔تو اس میں کیا حرج ہے۔اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے استفادہ کرنا انسان کا حق ہے۔ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے اس اقدام سے بد دیانتی، لالچ اور کرپشن کو ترویج نہ ملے اور نہ مکانات کی تزئین میں مسرفانہ اقدام کو فروغ ملے۔پانچ مرلہ سے زائد مکانات کے لوگ عموماً بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتے ہیں۔اور ان کی ضروریات بھی زیادہ ہوتی ہیں۔اس لئے اگر ان کی ضروریات کے تکفل کے لئے ان سے ٹیکس وصول کیا جائے۔تو پھر اس کو یقینی بنایا جائے کہ یہ ٹیکس حکمرانوں کی عیاشی پر خرچ نہ ہو۔بلکہ یہ قوم کی امانت سمجھ کر عوام ہی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے

Scanned with CamScanner

بروئے کار لائے جائیں۔ چنانچہ سڑک، پانی، بجلی، سوئی گیس تعلیمی ادارے، عبادت خانے (مساجد) اور صحت کی خاطر آلودگی کے تدارک کے لئے چمن وغیرہ کی فراہمی یقینی بنایا جائے۔ تاکہ عوام سے لیا ہوا ٹیکس ان لوگوں پر خرچ ہو۔ فقہاء کرام کے ہاں اس سلسلہ میں یہ قاعدہ تمام ضروریات کی فراہمی کو یقینی بناتا ہے کہ

(الجبایة بالحمایة) جس مقصد کے لئے ٹیکس لیا جاتا ہے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

(۵) پانچ مرلہ پر ٹیکس کی معافی میں اس کا خیال بھی رہے کہ یہ سہولت ان علاقوں کے لئے ہو جہاں رہائشی منصوبے ہوں۔ ورنہ دیہات میں ایک کنال کے سادہ مکان کی قیمت رہائشی منصوبوں کے تین مرلہ مکان سے کم ہوتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پانچ مرلہ کے استثناء کے حوالہ سے دیہات کے لوگوں کو بے جا تنگ کیا جائے کہ وہاں لوگ ضروریات زندگی سے حرمان کے باوجود ٹیکس کے بوجھ کے شکار ہوں۔ جبکہ بسا اوقات ٹیکس کی رقم اس مکان کے سالانہ کرایہ سے چنداں زیادہ ہوتی ہے۔

گاڑی پر ٹیکس:

مکان کی طرح گاڑی بھی معاشرہ کی ضرورت ہے۔ اسلام کے منصفانہ محاصل کی رو سے ذاتی ضرورت کے لئے استعمال کی گاڑی ٹیکس سے مستثنیٰ ہونی چاہئے۔ اس لئے ملکی نظام پر اگر درد دین رکھنے والوں کو غلبہ کا موقعہ ملے۔ اور نظام بدلنے کے مواقع میسر ہوں۔ تو پھر پورے ملک کے لئے یوں قانون بنایا جائے۔ ایسی صورت میں ذاتی گاڑی پر ٹیکس عائد کرنا اسلام کے نظام انصاف کی روح کے مخالف ہے۔

لیکن موجودہ حالات میں صوبہ کے حوالہ سے اس پر عمل کرنا مشکل ہے۔ کونسل نے اس سلسلہ میں اپنی رپورٹ میں جا بجا یہ نشاندہی کی ہے۔ کہ صوبہ کا دائرہ اختیار نہایت محدود ہے۔ اس کے لئے ایسا مشورہ دینا مناسب نہیں۔ جس سے صوبہ انفرادیت کا شکار ہو کر اس کی کارکردگی پر منفی اثر پڑے اس سلسلہ میں اگر گاڑی کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ تو اس کو صوبہ سرحد تک محدود رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ بلکہ دوسرے صوبوں کے لوگ گاڑیاں خرید کر صوبہ سرحد میں رجسٹریشن کرائیں گے۔

سطح پر ان عوارض کی وجہ سے سروس چارجز کے حوالے سے ٹیکس عائد کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(وزارت اوقاف صوبہ سرحد نے اوقاف کے ہبہ کے بارے میں شرعی رائے طلب کی۔ (کونسل کی طرف سے یہ جواب دیا گیا)

شرعی نقطہ سے اوقاف میں شخص یا ادارہ کے لئے واقف کی شرائط کی رعایت ضروری امر ہے موقوفہ جائداد ان مقاصد کے لئے استعمال ہو جہاں واقف نے وقف کرتے وقت صراحۃً یا دلالۃً نشاندہی کی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حتی الامکان اوقاف کا تحفظ کیا جائے گا۔ کوئی ایسی صورت نہیں نکالی جائے گی۔ جس سے موقوفہ جائداد ختم ہو کر متعلقہ مقصد منقطع رہے۔ استبدال وقف کی اجازت بھی ان خاص صورتوں میں فقہاء نے دی ہے۔ جہاں کہیں استبدال کی صورت میں اوقاف کو فائدہ زیادہ ہو۔

لیکن بلا معاوضہ اوقاف کی جائیداد کسی شخص یا ادارہ کو موقوفہ مقاصد سے ہٹ کر دوسرے مقاصد کے لئے دینا فلسفہ وقف سے متصادم ہے۔ یوں اگر ہبہ کی صورتوں کی گنجائش پیدا ہو جاوے تو آگے جا کر اوقاف کا وجود بھی باقی نہیں رہے گا۔ بخاری شریف کی ایک روایت اس سلسلہ میں خاص نشاندہی کرتی ہے کہ

(ان عمر بن الخطاب اصاب ارضا بخيبر فاتى النبى ﷺ ليستامره فيها فقال يا رسول الله انى اصبت ارضا بخيبر لم اصب مالا قط انفس منه عندى فماتامره به قال ان شئت حبست اصلها وتصدقت بها قال فتصدق بها عمر انه لاتباع ولا توهب ولا تورث - وتصدق بها فى الفقرآء وفى القربى وفى الرقاب وفى سبيل الله وابن السبيل والضيف لا جناح على من وليها ان ياكل منها بالمعروف غير متمول) (الصحيح البخارى ج ۱ / ۲،۳)

اور فقہ حنفی کا ترجمان صاحب ہدایہ کا کہنا ہے۔ فيزول ملك الواقف عنه الى الله تعالى على وجه تعود منفعته الى العباد فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث (هدايه ج ۴/ ۱۵)

اس لئے اوقاف کی جائداد بلا وجہ کسی شخص یا ادارہ کو ہبہ کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔

محاسن القرآن

مفتی غلام الرحمن

ليس البر ان تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من امن بالله واليوم الاخر والملائكة والكتب والنبين - واتى المال على حبه ذوى القربى واليتمى والمسكين وابن السبيل والسائلين وفى الرقاب واقام الصلوة واتى الزكوة والموفون بعهدهم اذا عهدوا والصابرين فى الباساء والضراء وحين الباس اولئك الذين صدقوا واولئك هم المتقون o

ترجمه - صرف یہ کوئی بڑی نیکی نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لو۔ بلکہ بڑی نیکی اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، آخرت کے دن، فرشتوں، آسمانی کتب، اور انبیاء پر غیر متزلزل یقین رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے جذبہ سے رشتہ داروں، یتیموں محتاجوں، مسافروں، خاص کربے بسی کے عالم میں مانگنے والوں اور غلامی سے چھٹکارا حاصل کرنے والوں سے، مالی تعاون کرے۔ نماز اور مقررہ زکوۃ کا اہتمام کرے اور جب کوئی معاہدہ ہو اس کو پورا کرتا رہے۔ ان لوگوں کا کردار زیادہ قابل تحسین ہے جو مالی یا جسمانی تکلیف اور یا دشمن کے مقابلہ میں صبر واستقامت کا دامن تھامے رہیں۔ یہی لوگ سچے اور یہی لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں۔

محاسن - اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورۃ کا نصف ہے۔ بعض علماء کرام کے نزدیک یہ آیت دوسرے حصہ کے مضامین کی اجمالی فہرست ہے۔ آئندہ جو مضامین بیان ہوں گے۔ وہ اس کی تفصیل ہیں لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ اس آیت سے سورت کا پہلا حصہ مکمل ہوتا ہے۔ چونکہ پہلے حصہ میں توحید ورسالت کے ساتھ یہود کے بے بنیاد شبہات کا تذکرہ تھا۔ اس لئے اس

آیت میں ان لوگوں کی خودساختہ نیکی کی بجائے نیکی کا معیار مقرر کیا جارہا ہے- تاکہ ان لوگوں کے پرفریب معیار کی حقیقت واضح ہو- یہود کو مغرب (بیت المقدس) کی طرف منہ کرنے پر بڑا فخر تھا- جیسا کہ عیسائی مشرق کی طرف توجہ کرنا، اپنی عزت سمجھتے تھے- دونوں طبقے اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ہم قدیم قبلہ والے ہیں- چنانچہ تحویل قبلہ کے موقعہ پر ان لوگوں سے بہت کچھ باتیں صحابہ نے سنیں- اور ان کے اعتراضات کے جوابات دیے گئے- اس میں اس عیاری کی حقیقت کھول دی گئی- کہ صرف مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنا نیکی کا معیار قرار دینا تمہاری غلطی ہے- نیکی تو جہد مسلسل کا نام ہے- جو انسان کے عقائد، اعمال، اخلاق اور معاملات میں نمایاں رہتی ہے- اور قدم بقدم اس کے آثار ظاہر ہوتے رہتے ہیں-

نیکی کا معیار:

یہ صرف ان لوگوں تک خاص نہیں بلکہ ہمارے معاشرہ میں بھی بسا اوقات کچھ لوگ چند باتوں کو نیکی کا معیار قرار دیکر معاشرہ کو ان سے پھرکتے ہیں- ان کے نزدیک تقوی کا معیار وہی چند باتیں ہوتی ہیں- اگر کوئی شخص اس معیار پر پورا اترے تو معاشرہ کے صالح افراد میں شمار ہوتے ہیں- ورنہ اچھے سے اچھے لوگ کبھی اس معیار پر پورا اترنے سے قاصر رہ جاتے ہیں- اس خودساختہ معیار قائم کرنے سے لوگ تنگ نظری کے شکار ہوتے ہیں اور کبھی ایسے اعمال اور عقائد بھی اسلام کا جزء قرار دیے جاتے ہیں- جن کا اسلام سے دور کا تعلق نہیں ہوتا- ان آیات میں افراط وتفریط سے ہٹ کر ایک اعتدال پسند معاشرہ کی تشکیل پر زور دیا جارہا ہے- جس میں چند خودساختہ تصورات کی بجائے ہمدردی اور ایثار وقربانی کے ایک حسین ماحول اپنانے پر زور دیا جارہا ہے- اور نیکی کا ایک ایسا معیار پیش کیا جاتا ہے- جو حالات اور زمانہ کی تبدیلی کے باوجود اپنے تشخص کا دفاع کرتے ہوئے نظر آتا ہے- یہ معیار خیرالقرون کے دور میں نیکی کا مرجع رہا- آج بھی ہے- اور قیامت تک معاشرہ اس کا تابع رہے گا- قرآن کی اس آیت کی جامعیت کا ملاحظہ کیجئے کہ اس میں نیکی کا جو معیار قائم کیا جارہا ہے- اس سے انسانی علم کے مطابق کئی جلدوں کی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں- اور زمانوں تک اس پر تحقیق ادھوری رہ

گی- لیکن قرآن نے تمام چیزیں اس ایک آیت میں سمودی ہے-

صالح معاشرہ کی تشکیل میں افراد کی اہمیت:

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک صالح معاشرہ کی تشکیل میں افراد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے- اگر سوسائٹی ایسے لوگوں پر مشتمل ہو- جن کا کردار مثالی ہو- تو ان کا معاشرہ بھی مثالی ہوگا- ورنہ دھوکہ، فراڈ اور کام چوری جیسی بری صفتوں کی ترویج سے ایک اچھا معاشرہ کبھی تشکیل نہیں پاتا- اس لئے اچھے معاشرہ کے لئے افراد کے کردار پر محنت ضروری امر ہے- قرآن افراد کی تربیت میں معیار کو ضروری سمجھتا ہے- اس میں ذہن سازی اور کردار سازی سرفہرست ہیں-

ہم ان دونوں خوبیوں کو عقیدہ اور عمل سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں- یعنی نیکی چند باتوں تک محدود نہیں بلکہ عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے جب تک مکمل اصلاح نہ ہو- تو اس وقت تک نیکی کا تصور مشکل رہے گا-

اعتقادی اصلاح کی ضرورت:

صالح افراد کی تربیت کے لئے قرآن نے ایمانیات کا باب منعقد کیا- ایک شخص اس وقت تک معاشرہ میں مثالی کردار کا حامل نہیں رہ سکتا- جب تک اس کا نظریہ درست نہ ہو اور عقیدہ صحیح نہ ہو- عقیدہ میں اللہ تعالی کی ذات وصفات پر غیر متزلزل یقین کا ہونا ضروری امر ہے- ایسا ہی یوم آخرت، فرشتوں، آسمانی کتب اور ان کے لانے والے منتخب کامل افراد یعنی انبیاء پر ایمان رکھنا ہوگا- اگر ایک شخص اچھے سے اچھا کام کیوں نہ کرے- لیکن نظریہ اور عقیدہ کے حوالہ سے بے چارہ عاری ہو- تو اس کے کسی عمل کا اعتبار نہیں ہوگا- اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایمانیات کا اثر معاشرہ پر بالذات پڑتا ہے- جو شخص اللہ تعالی کا خوف نہ رکھتا ہو- اور نہ اس کو کسی محاسبہ کا ڈر ہو- بلکہ حیوانات کی طرح دنیا میں اتفاقی طور پر آنے کا قائل ہو اور زندگی کو معمولات کا ایک حصہ سمجھتا ہو- جس میں کسی مافوق الفطرت قدرت کا کارفرما ہونا اس کے نزدیک ضروری نہ ہو- تو اس سے معاشرہ میں اچھے کردار کی توقع کیسے کی جائے

Scanned with CamScanner

معاشرہ کی بنیادی ذمہ داری ہے- اس لئے قرآن نے اس آیت میں معاشرتی کردار اپنانے کے لئے تعلیم دی- کہ مثالی نیکی اس شخص کی ہے- جو ایمانیات کے بعد مخلوق خدا سے ہمدردی کا سلوک رکھے- محض اللہ تعالی کی خوشنودی کیلئے اس کی مخلوق سے اچھا برتاؤ کرے- چنانچہ معاشرہ میں چھ قسم کے لوگ خصوصی توجہ کے مستحق ہیں- ان کی حالت سنوارنے کے لئے ان سے مالی تعاون ضروری ہے- یہ بے سہارا لوگ معاشرہ میں رہنے کا حق رکھتے ہیں- اور خوش وخرم زندگی گزارنا ان کی ضرورت ہے- اس لئے اصحاب ثروت کا یہ فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کی طرف دست تعاون بڑھا دیں- ان کی فہرست درج ذیل ہے-

(۱) رشتہ دار (۲) یتیم (۳) فقراء ومساکین (۴) مسافر (۵) ضرورت کی وجہ سے مانگنے پر مجبور لوگ
(۶) غلامی سے آزادی چاہنے والے-

بعض مفسرین کی رائے ہے کہ ﴿علی حبہ﴾ کی ضمیر (مال﴾ کی طرف راجع ہوسکتی ہے- یعنی ان چھ قسم کے لوگوں پر خرچ کرتے وقت نفس کا پورا مقابلہ کرے- دل میں اگر دولت کی محبت ہو لیکن پھر بھی وہ خرچ کرنے میں لیت ولعل سے کام نہ لے-

یہ بھی ممکن ہے کہ ضمیر ﴿ایتاء﴾ مصدر کی طرف راجع ہو یعنی خرچ کرنے سے محبت ہو دل میں ایسا جذبہ موجزن ہو کہ مال خرچ کرنے میں اس کو دلی اطمینان نصیب ہو- ظاہر ہے کہ معاشرہ کے بے بس افراد میں مال کی محبت کے باوجود محض اللہ تعالی کی رضامندی کے لئے خرچ کرنے سے اس کو اگر اطمینان حاصل ہو تو یہ نیکی کا اعلی معیار ہے-

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آج معاشرہ میں انسانی حقوق کے احیاء کے نام سے جو کاغذی تنظیمیں قائم ہیں- ایک اسلامی معاشرہ میں مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں- خلق خدا کی خدمت نیکی کا اہم شعبہ ہے- اس سے بے فکر ہو کر نا اہل لوگ میدان میں آئیں گے وہ رفاہی کاموں کے بہانے سے اسلامی حمیت وغیرت کا سودا کریں گے جس سے اسلامی معاشرہ کی بنیادی قائم نہیں رہ سکیں گی-

گی؟ وہ تو حرص ولالچ کی دنیا میں گم ہو کر اس کی تمام تو محنت اپنے مفادات کے تحفظ کے ارد گرد گھومتے ہوئے نظر آئے گی- عقیدہ اور نظریہ نہ ہو تو انسانیت کا لبادہ اوڑھ کر وہ معاشرہ کا درندہ ہے- جس سے قرآن نے گدھے سے بدتر قرار دیا ہے-

عملی زندگی کی عظمت:

اعتقادی اصلاح کے بعد قرآن عملی زندگی اپنانے پر زور دے رہا ہے- کہ اسلام صرف چند عقائد یا نظریات رکھ کر عملی زندگی سے بے غم ہونے کا نام نہیں- بلکہ اسلام لاکر انسان معاشرہ کا ایک ذمہ دار شخص (مکلف) بنتا ہے- پورے معاشرہ کی درستگی اس کی ذمہ داری ہے- عملی زندگی میں رسوخ اور استحکام پیدا کرنے کے لئے قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونا ضروری امر ہے- ان آیات میں تین شعبوں پر خاص توجہ دی جا رہی ہے- اور یہی تین شعبے ایک اچھے معاشرہ کے بنیادی عناصر ہیں-

(۱) معاشرتی کردار-

(۲) اصلاح نفس-

(۳) اعلی اخلاق-

معاشرتی کردار:

مثالی معاشرہ کے قیام کے لئے اہل ایمان کا اعلی معاشرتی کردار کی خوبیوں کا حامل ہونا ضروری ہے- چونکہ انسان مدنی الطبع ہے- سوسائٹی اور معاشرہ کے بغیر یہ زندگی سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا- اس لئے معاشرہ میں رہتے ہوئے یہ پورے معاشرہ کا ہمدرد رہے گا- اس کے دل میں خلق خدا کی ہمدردی کا جذبہ موجزن رہے گا- وہ بلا امتیاز مذہب عقیدہ مخلوق خدا سے ہمدردی کا برتاؤ کرے گا- اللہ تعالی کی مخلوق اللہ تعالی کو بہت پیاری ہے- وہ اپنی مخلوق سے اچھے برتاؤ کی قدر کرتا ہے- نافرمان مخلوق کیوں نہ ہو- اللہ تعالی کو ان سے ظلم وزیادتی گوارا نہیں- جیسا کہ ایک نافرمان بیٹے پر باپ کی کی زیادتی برداشت نہیں کرتا- ایسا ہی غیر مسلم پر بھی ظلم وزیادتی اللہ تعالی کو گوارا نہیں- ہاں اس کی نافرمانی کی سزا اس کو ضرور دے گا- لیکن دنیا میں ایک پرامن معاشرہ اور سازگار ماحول کی فراہمی ایک اسلامی

Scanned with CamScanner

اصلاحِ نفس:

مثالی معاشرہ کے قیام کے لئے جن اہل اور باکردار افراد کی ضرورت ہوگی- اس میں تربیت کا خاص دخل ہے- اس لئے اس آیت میں دوسرے درجہ میں اصلاح نفس پر زور دیا گیا- ظاہر ہے کہ معاشرہ کی خیرخواہی کا جذبہ اس وقت موجزن ہوسکتا ہے- جب افراد کی تربیت ہو- اقامت الصلوۃ اور نظام زکوۃ پر توجہ دینے سے اچھی تربیت ہوسکتی ہے- اس سے اعمال کی اہمیت پیدا ہوگی اور ساتھ ساتھ یہ حقیقت ذہن نشین ہوگی کہ کون وسائل کا اصل مالک وہی خالق و مالک ہے- دنیا میں انسان آزمائشی دور سے گزر رہا ہے- اس لئے دنیا سے دل لگا کر مقصد حیات سمجھنے سے پرہیز کیا جائے گا- چنانچہ فرمایا ﴿نماز کا اہتمام کرے اور مقررہ زکوۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرے﴾ اس سے معلوم ہوا کہ گزشتہ اخراجات زکوۃ کے علاوہ ہیں- وہ اضافی بوجھ ہے- یہی نکتہ ہے جس کے بارے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا- تمہارے مال میں زکوۃ کے علاوہ دوسرے حقوق بھی ہیں- صرف زکوۃ کی ادائیگی سے انسان کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا- اگرچہ معاشرتی کردار کے ضمن میں جن لوگوں سے تعاون پر زور دیا گیا ہے- ان میں اکثر لوگوں کو زکوۃ اور صدقات واجبہ بھی دی جاسکتی ہیں- لیکن مزید تعاون بھی درکار ہے-

(۳) اعلی اخلاقی معیار کا قیام:

قرآن نے نیکی کے معیار متعین کرتے وقت اخلاقی پہلو پر بہت زور دیا- اس کا مظاہرہ زندگی کے ہر شعبہ میں ہونا چاہئے - سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ معاشرہ میں لوگوں سے جو معاہدے ہوں- ان میں وفاداری کا ثبوت دے- بدعہدی اور بے وفائی انسانی معاشرہ میں ایک بدنما داغ ہے- جس کے ہوتے ہوئے اعتماد کی فضا قائم نہیں رہتی- اعلی معاشرتی کردار اپنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وفاداری مسلمان کا شیوہ ہو- قول و فعل میں تضاد نہ ہو- جس سے انفرادی یا اجتماعی مفادات کے حوالہ سے جو معاہدہ طے پائے اس کا پورا کرنا ضروری سمجھے- ایک مخلص مسلمان کی نشانی

بھی یہی قرار دی گئی کہ وہ معاہدات میں وفاداری کا ثبوت دے-
(والموفون بعهدهم اذا عاهدوا) کسی خاص شعبہ کے ساتھ خاص نہیں- یہ زندگی کے ہر شعبہ میں ضروری ہے- آگے اس پر مزید اضافہ کرکے فرمایا- ان لوگوں کا کردار زیادہ قابل تحسین ہے- جو معاشرہ میں رہتے ہوئے جانی یا مالی نقصان کے وقت صبر سے کام لیں - رونے، چیخنے چلانے کی بجائے وہ اللہ تعالی کی رضا کو اپنا شعار بنائیں- اور اللہ تعالی کے ہر فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کردیں-
ایسا ہی جہاں کہیں دشمن سے مقابلہ ہو اس میں بھی استقامت سے رہیں-

نتیجہ کے طور پر آیت کے آخر میں فرمایا جن لوگوں کی نظریاتی تربیت ہو- وہ سچے ہیں- اور جن لوگوں کی عملی تربیت ہو کر معاشرہ کے لئے مثالی کردار اپنانے کو کہا گیا ہے- وہ لوگ نیک ہیں- لہذا نیکی صرف چند نمائشی باتوں تک محدود رکھنے کی بجائے جہد مسلسل پر توجہ مرکوز کرنا چاہئے- تاکہ ایک صالح معاشرہ تشکیل پائے-

ظاہر و باطن

تیرا عمل عقائد کی دلیل ہے-
تیرا ظاہر تیرے باطن کی علامت ہے-

عبدالقادر جیلانی

Scanned with CamScanner

نظام تعلیم میں مساوات کی اہمیت

مفتی ذاکر حسن نعمانی

ہر کام میں مساوات اور برابری کی فضیلت اور اہمیت کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ ہر حق دار کو اپنا حق مل جاتا ہے۔کسی کو اپنا حق دینا دارین میں نجات اور ثواب کا ذریعہ ہے۔یوں تو عدم مساوات اور صاحب حق کو حق نہ دینے کے مظاہرے ہر طرف عام ہیں۔لیکن جو بے اعتدالیاں اور حقوق کی عدم ادائیگی نظام تعلیم میں مساوات نہ ہونے کی وجہ سے نظر آ رہی ہیں اس کے معاشرہ پر بڑے برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ملت اسلامیہ کے لئے بہت بڑا المیہ اور نقصان بھی ہے۔اکثریت زیور تعلیم سے آراستہ نہیں ہو رہی۔ کچھ غلط راستوں پر چل پڑتے ہیں۔جن کا علاج مشکل ہو جاتا ہے۔ جب کسی بیماری کے اسباب معلوم ہوں تو ان کا سدباب ضروری ہوتا ہے۔اگر ان مہلک اسباب کا سدباب نہ کیا جائے اور علاج کرتے رہیں تو بیماری ختم نہیں ہوگی۔ بلکہ مزید پھیلے گی۔یا قائم رہے گی۔

نظام تعلیم میں چند باتوں میں مساوات کے بارے میں عرض ہے جو بہت ضروری ہیں۔کسی بھی نظام تعلیم میں چند امور کا لحاظ بنیادی اور ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً مذہب، عقیدہ و نظریہ، معاشرہ ماحول، آب و ہوا، عصری تقاضے، نفسیات، اخلاقیات، مادری مقامی اور ملکی زبانیں، تجربات، مشورے، استخارے، ماہرین فن، اصول صحت، دیانت داری وغیرہ کی رعایت بہت اہم ہے۔ نظام تعلیم میں جو قدم بھی اٹھایا جائے انہی امور کی روشنی میں اٹھنا چاہیے۔

نظام تعلیم میں مساوات کی ضروری قسمیں

(۱) یک طبقاتی نظام :

تعلیم میں طبقاتی نظام بالکل غلط ہے۔ فلاحی ریاست میں تعلیم ہر فرد کی بنیادی ضرورت ہے۔ طبقاتی نظام تعلیم میں ہر فرد اپنی حیثیت کے مطابق حصہ لیتا ہے۔ بے بس اور مجبور سرے سے

محروم رہ جاتا ہے۔ ہر ایک کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ مجبور اور بے بس افراد کی اچھی استعداد کم ہو جاتی ہے۔ یا دب کر ختم ہو جاتی ہے۔ ملک و ملت ذہین اور باصلاحیت افراد سے محروم ہو جاتا ہے۔

(۲) نصاب میں یکسانیت :

مذکورہ ضروری اور بنیادی امور کی روشنی میں جو نصاب بھی وضع کیا جائے وہ یکساں ہونا چاہیے تاکہ تمام افراد کی صلاحیتوں کا صحیح استعمال اور امتحان ہو سکے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے ایک ہی ملک میں مختلف نصاب پڑھائے جا رہے ہیں۔کوئی مشکل ہے کوئی آسان۔ روزانہ کتابیں بدلتی ہیں۔ کبھی ابواب (چیپٹرز) بدلتے ہیں۔ نہ نصاب میں یکسانیت ہے نہ اس میں بہ قدر ضرورت دوام ہے۔کوئی ایک نصاب پاس کر کے سامنے آ رہا ہے۔کوئی دوسرا۔ الگ الگ نصاب پاس کرنے والا یا فیل کرنے والا ایک دوسرے پر اعتراض کر سکتا ہے۔ اسی دوسرے نصاب کے مطابق کوئی مثلاً میٹرک پاس کرتا ہے کوئی فیل کرتا ہے۔ حالانکہ اسی طرح ایک کو پاس کہنا دوسرے کو فیل کہنا صحیح نہیں۔ پاس فیل تو اس وقت ہوگا جب دونوں نے ایک نصاب کے تحت امتحان پاس کیا ہو یا فیل کیا ہو۔ ان کثیر النصابی امتحانات کی وجہ سے کسی کو اگلے درجے میں داخلہ دینا۔ کسی کو نہ دینا۔ کسی کو نوکری دینا کسی کو محروم کرنا ظلم ہے۔

(۲) زبان تعلیم میں یکسانیت :

زبان تو مقصد تک رسائی کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ ذریعہ جتنا آسان ہو تعلیم میں اتنی ہی سہولت۔ آسانی اور عموم پیدا ہوگا۔ مقصد تک رسائی و مہارت بہت جلد پیدا ہوگی۔ نصاب میں مقامی اور ملکی زبانوں کی رعایت ترقی کا زبردست زینہ ہے۔ ہمارے ملک میں زبان کے لحاظ سے دوہرا نظام تعلیم ہے۔ انگریزی اور اردو۔ انگریزی ہماری مجبوری ہے۔ انگریزی سے نجات کا سوچنا چاہیے۔ مجبور آدمی کی یہی حالت ہوتی ہے لیکن ہم اس مجبوری کے جال سے دیدہ و دانستہ نہیں نکلنا چاہتے۔ جس کی وجہ غالباً اجارہ داری ہے۔ ہر ترقی یافتہ ملک نے اپنی مقامی اور ملکی زبانوں میں عصری علوم میں ترقی کی ہے۔ پاکستان شاید ایک واحد ملک ہے جو اجنبی زبان (انگریزی) میں تعلیم دے رہا ہے۔ اور پھر ظلم یہ کہ میٹرک تک اردو بھی ذریعہ تعلیم ہے۔ میٹرک سے آگے بعض اہم عصری علوم انگریزی میں ہیں۔

Scanned with CamScanner

اردو میڈیم والا اس میں بہ مشکل چلتا ہے۔یا محروم ہو جاتا ہے۔انگلش میڈیم والوں کو داخلہ مل جاتا ہے
۔اگر انگریزی ہماری مجبوری ہے اس لئے کہ اکثر عصری علوم انگریزی میں ہیں تو پھر انصاف کا تقاضہ یہ
تھا کہ صرف انگلش میڈیم سکول ہونے چاہئیے تھے۔تاکہ برابری اور مساوات کے ساتھ اکثریت اس
تعلیمی میدان میں ترقی کرسکتی۔ صلاحیتوں کو پرکھنے کے لئے ،آگے بڑھانے کے لئے اور ترقی کے
لئے زبان تعلیم میں یکسانیت ضروری ہے۔

(٤) فیس میں مساوات:

فیسوں کے نظام کی طرف دیکھا جائے تو انسان حیران رہ جاتا ہے۔اکثر لوگ تعلیم سے محروم
رہ جاتے ہیں۔ جو بھاری فیس ادا کرتے ہیں وہ یا تو بہت زیادہ مالدار ہیں یا ان کے سرپرست منفی
راستوں سے دولت سمیٹ کر بچوں کی تعلیم کو جاری رکھتے ہیں۔ ریاست کا اصل اور بنیادی تصور ملک و
ملت کی فلاح ہوتا ہے۔بد قسمتی سے ملک چلانے والے ہر جگہ Return کی سوچتے ہیں کہ کس محکمہ
اور ادارہ سے کتنا نفع ہوگا گویا ملک وملت کی باگ ڈور سنبھالنا ایک منافع بخش کاروبار ہے۔ملکی ذرائع
آمدن اور اپنی جمع پونجی کے مطابق اگر مفت تعلیم نہیں دے سکتے تو پھر عام لوگوں کی اوسط فی کس آمدن
کے مطابق یکساں طور پر ایسی فیسیں مقرر کریں تاکہ سب افراد تعلیم حاصل کرسکیں۔ ہمارے ملک میں
غریب آدمی کی ماہوار آمدن سے بعض اسکولوں کی ماہانہ فیس زیادہ ہے۔ یہ غریب آدمی اپنا پیٹ پالے
گا یا بچوں کی فیس ادا کرے گا۔تمام تعلیمی سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی اداروں میں یکسانیت کے ساتھ
مناسب قابل تحمل فیس مقرر کی جائے ۔ پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں تو بہت زیادہ تفاوت ہے۔اگر
تفاوت ختم کرنا مشکل ہے تو پھر فیسوں کے بڑھتے ہوئے رجحان کو قانونی طاقت کے بل بوتے پر کم کرنا
چاہئے۔ورنہ مالدار، سرمایہ دار اور کرپٹ لوگ ہی بچوں کی تعلیم کو جاری رکھ سکیں گے اور غریب افراد
محروم رہ جائیں گے۔

(٥) یونیفارم (لباس) میں مساوات:

تمام طلباء کا ایک جیسا ایسا لباس اور یونیفارم ہو۔ جس میں مردوں اور عورتوں کی ایک
دوسرے کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ بے حیا نہ ہو۔ ریشم نہ ہو۔ ستر ڈھکا ہو۔موسم کے لحاظ سے ہو۔ کفار

Scanned with CamScanner

جن کو خریدنے کے لئے طلبہ مجبور ہوں۔ یہ انصاف نہیں کہ ایک طالب علم روزانہ تفریح میں ٹھنڈی بوتل اور برگر کھائے اور دوسرا صرف چنوں کی ساتھ پانی پی کر گزارہ کرے۔ ایک طالب علم دوسرے طالب کا دوست یا پڑوسی ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کو احساس کمتری میں مبتلا کر کے بلاوجہ نفسیاتی سزا دینا صحیح نہیں۔ ویسے بھی حکم ہے کہ اچھی چیز یا پڑوسی کو بھی کھلاؤ یا پھر چھپ کر کھاؤ۔ حکومت، تعلیمی اداروں اور والدین سب کا فریضہ بنتا ہے کہ جیب خرچ میں میانہ روی اختیار کر کے مساوات کی طرف آئیں تا کہ کسی کو کسی سے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ اسی طرح بعض گھرانوں کے طلبہ اپنے ساتھ قیمتی گاڑیاں لاتے ہیں۔ ان کو سختی کے ساتھ منع کرنا چاہئے۔ ہاں اگر کوئی ان کو ادارہ تک گاڑی میں چھوڑ کر آیا کرے تو الگ بات ہے۔ والدین اپنی اولاد کے جیب خرچ پر کنٹرول نہ کریں تو غریب بچے گھر میں والدین کے ساتھ جھگڑا کریں گے۔ کہ ہمیں بھی اتنا خرچہ دو ورنہ سبق نہیں پڑھیں گے۔ اس طرح غریب والدین کو بھی سخت تکلیف ہوتی ہے کہ کاش ہم بھی اپنے بچوں کو مالدار بچوں جتنا جیب خرچ دے سکتے۔ بچے جب گھر آجائیں تو پھر سب کو اجازت ہے کہ ان کو حسب توفیق جواز کے دائرے میں رہ کر سب کچھ کھلائیں۔

(۷) میرٹ (قابلیت) میں مساوات:

طالب علم کو اگلے درجے میں ترقی دینے کے لئے یا میڈیکل اور انجینئرنگ وغیرہ میں داخلہ کے لئے ایک معیار مقرر ہوتا ہے۔ اگر طالب علم اس معیار پر پورا اترتا ہے۔ تو وہ داخلہ کا مستحق بن جاتا ہے۔ اگر میرٹ پر پورا نہیں تو اس کو ہرگز داخلہ نہیں ملنا چاہئے۔ میرٹ کو تباہ کرنے والے چیزیں سفارش اور کوٹہ سسٹم ہے۔ سفارش اور کوٹہ سسٹم پر آگے آنے والہ طالب علم تعلیمی میدان میں میرٹ والوں کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ میرٹ سسٹم کو سب سے زیادہ نقصان سیلف فنانس (خود خرچی) نے دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مالدار آدمی تعلیم حاصل کر سکتا ہے اور غریب نہیں۔ یہ انصاف اور مساوات نہیں بلکہ ظلم ہے۔ بعض طالب علم میرٹ پر پورے اترتے ہیں۔ انٹری ٹیسٹ میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ انٹری ٹیسٹ کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ نقل کے ذریعہ میرٹ تک پہنچنے والے طالب علم اس میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات ایک قابل اور محنتی طالب علم میڈیکل اور انجینئرنگ سے رہ

جس کا دل ...

جاتا ہے۔ بنیاد بنا کر مساوات قائم کرنا ضروری ہے۔

خلاصہ:

اگر مندرجہ بالا امور کی تعلیم میں رعایت رکھی گئی تو تعلیم عام، آسان اور سستی ہو جائے گی۔ کوئی بھی زیور تعلیم سے محروم نہ رہے گا۔ اور جو فرد بھی اس مساویانہ نظام تعلیم کے تحت ادارہ سے فاضل ہو کر نکلے گا تو ایک قابل ماہر فن ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرہ کا ایک باکردار، اور بااخلاق کردار بھی ہوگا۔

علم

خوف الٰہی بقدر علم ہوتا ہے۔
اور خداوند تعالیٰ سے بے خوفی
بقدر جہالت۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

Scanned with CamScanner

زوجین کا ایک دوسرے پر بعض حقوق

سوال (الف) ایک بیوی اگر مالدار ہو اور خاوند کی حالت اس سے ابتر ہو کیا ایسی صورت میں بیوی خاوند سے کسی خرچہ کا مطالبہ کرسکتی ہے یا نہیں؟

(ب) خاوند کے ذمہ گھریلوی اخراجات میں سے کون کون سی چیزیں شامل ہیں؟

(ج) اگر ایک بیوی خاوند کی مرضی کے بغیر کسی این جی اوز میں ملازمت کرتی ہو۔ خاوند کے اصرار کے باوجود وہ باز نہیں آتی ہو تو کیا ایسی صورت میں خاوند کے ذمہ پھر بھی خرچہ واجب ہے یا نہیں؟ جبکہ وہ گھر نہیں آتی ہو۔

(د) کیا بیوی کو مکان کے مالکانہ حقوق ادا کرنا ضروری ہے یا کسی کرایہ کے مکان میں رہائش دلانے سے ذمہ فارغ ہوگا؟

(ر) بچوں کی تربیت میں ماں باپ کا کیا کردار ہونا چاہئے؟

بینوا توجروا

(الف) پشاور

الجواب وباللہ التوفیق

(الف) اسلامی معاشرہ کا وجود خاندانی نظام سے قائم ہے ﴿میاں بیوی﴾ اس نظام کے بنیادی اکائی ہیں۔ ان دونوں کے شرعی وقانونی معاہدہ (نکاح) سے یہ نظام معرض وجود میں آتا ہے۔ یہ نظام جتنا

Scanned with CamScanner

مستحکم اور پائیدار رہے گا۔ اس سے معاشرہ مضبوط بنیادوں پر استوار ہوگا۔ ورنہ استحکام کے فقدان سے معاشرہ افراتفری کا شکار ہوگا۔ اسلامی معاشرہ میں یہ اکائی جتنی مضبوط ہوگی۔ اس سے اسلامی معاشرہ کی عظمت عیاں ہوگی۔ ورنہ یورپ، جہاں خاندانی نظام کو باقی رکھنے میں ناکام رہا۔ اور وہاں کے معاشرہ میں نام نہاد آزادی کے حوالہ سے معاشرہ میں کوئی استحکام نہیں پایا جاتا۔

خانگی نظام کے استحکام کے لئے شریعت نے میاں وبیوی کی ذمہ داریاں تقسیم کی ہیں۔ فطری اور طبعی خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر ایک کا دائرہ کار متعین ہے۔ اندرون خانہ ذمہ داری چونکہ خاتون پر پڑتی ہے۔ اس کے ذمہ معاشرہ کے نوخیز پودوں کی تربیت ہے۔ اور معاشرہ کے لئے رجال کار کی فراہمی میں خاتون کا ایک خاص کردار ہے۔ اس کی عظیم ذمہ داری کو دیکھتے ہوئے شریعت نے اس کو اخراجات کے بوجھ سے کلی طور پر مستثنی قرار دیکر گھریلو اخراجات خاوند کے کندھوں پر ڈالا ہے۔

خاوند خواہ مالدار ہو یا غریب۔ وہ اس پر مکلّف ہے۔ کہ بیوی کے اخراجات کا فریضہ ادا کرتا رہے۔ اخراجات کے میدان میں شریعت بیوی کو شریک کرنے کی قائل نہیں۔ یہ خاوند کی انفرادی ذمہ داری ہے۔ بیوی مالدار ہی کیوں نہ ہو۔ پھر بھی خاوند اپنی استعداد کے مطابق خرچ کی ادائیگی کا پابند رہے گا۔

رب کائنات کا فرمان ہے۔ (وعلی المولود له رزقهن و کسوتهن بالمعروف) / البقره

خاوند پر بیوی کا نان ونفقہ اور کپڑے دینا دستور شرعی کے مطابق لازم ہے۔

علاؤالدین الخصکفی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(فتجب للزوجة ------ فقيرة او غنية) در مختار ج ا / کتاب النفقه

پس بیوی کے لئے نفقہ واجب ہے۔ غریب ہو یا مالدار۔

(ب) ﴿اخراجات﴾ کی کیفیت معاشرہ کے تفاوت کی وجہ سے بدلتی رہتی ہے۔ دیہاتی ماحول کے اخراجات وہ نہیں جو شہری زندگی میں ہیں۔ ایسا ہی ایک مالدار خاندان کے اخراجات کا جو ظرف ہے۔ غریب خاندانوں میں اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ بنیادی ضروریات یعنی کھانا پینا، کپڑے، بدن اور کپڑوں کی صفائی کا اہتمام، اور دوسری گھریلو ضروریات اخراجات کی فہرست میں شامل ہیں۔ یہاں تک اگر خاندانی طور پر کچن کی ذمہ داریاں نبھانے کے لئے خادمہ کی ضرورت ان کے ہاں پائی جاتی ہو

توایسی صورت میں خادمہ کی فراہمی خاوند کے ذمہ واجب ہے- درمختار میں ہے-

(ویجب علیه الة طحن و خبز وآنیة شراب و طبخ ککوز وجرة وقدر ومغرفة وکذا سائرادوات البیت کحصیر) الخ شامی ج ۲ / ۶۴۸

ترجمہ- خاوند پر چکی، کھانے کے اسباب، کھانے پینے کے برتن مثلاً لوٹا، گڑھا، دیگچی، چمچہ اور دوسرے گھریلو سامان کی فراہمی واجب ہے-

(ج) جب گھریلوی اخراجات خاوند کے ذمہ ضروری ہیں- تو ملازمت کی صعوبتیں بے چاری بیوی کے لئے نا قابل فہم ہیں- پھر خاص کر این جی اوز میں خواتین کی ملازمت جہاں بنیادی طور پر نام نہاد آزادی کی ترغیب دلا کر خاندانی نظام کو تباہ کیا جاتا ہے-

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

اپنے خاندانی نظام کو تباہ کرنے کے بعد یورپ کو مسلمانوں کے معاشرہ میں سکون واطمینان گوارا نہیں- اس لئے خاوند کے منع کرنے کے باوجود جب بیوی گھریلوی ذمہ داریوں کو وقت دینے سے قاصر ہو اور اس کی صلاحیتیں بے جا ضائع ہوتی ہوں- پھر خاوند بھی اس کو منع کر کے باوجود باز نہ آتی ہو- اور گھر سے غائب رہتی ہو تو یہ ناشزہ ہو کر خاوند کے ذمہ اس کے اخراجات واجب نہیں- بلکہ این جی اوز کی ایسی نوکریوں سے خواتین کو باز رکھنا ضروری ہے- جہاں اس کی عظمت اور تقدس مجروح ہو- اس کی عفت کی ضمانت نہیں پائی جاتی ہو- بے حیائی اور بے دینی کی ترویج کا ذریعہ ہو-

(د) نان ونفقہ کی طرح رہائش کی فراہمی بھی خاوند کی ذمہ داری ہے- اس میں یہ ضروری نہیں کہ کئی کمروں پر مشتمل مستقل مکان فراہم کرے- بلکہ بیوی کو ایک مستقل کمرہ فراہم کرنا جس میں وہ بلا شرکت غیر متصرف ہو- اور اس کی ضروریات کی فراہمی یقینی ہو- خاوند کی فراغت ذمہ کے لئے کافی ہے- ایسی صورت میں اگر بیوی خاوند کے دیگر کنبہ، بھائی، بہن وغیرہ سے ایک کمرہ میں رہنے کے لئے تیار نہ ہو تو خاوند اس کو مجبور نہیں کر سکتا ہے- جیسا کہ بڑے گھر میں ایک کمرہ دینے پر عورت مزید اس مطالبہ کا حق نہیں رکھتی ہے- کہ اس کو مستقل گھر دیا جائے- ایک کمرہ دینے سے اس کا حق ادا ہوتا ہے- تاہم ایک سنگل کمرہ کی فراہمی میں بھی خاوند کی مالی حیثیت کو مد نظر رکھنا ضروری ہے- ایک اسودہ حال شخص

کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ تنگ وتاریک کمرہ میں بیوی کو رہنے پر مجبور کرے-

فقہاء کرام کا کہنا ہے-

(وکذا تجب لها السکنی فی بیت خال عنه اهله) (درمختار)

ترجمہ- خاوند پر بیوی کے لئے ایسی رہائش کی فراہمی لازمی ہے- جس میں اس کا خاندان نہ ہو-

(ر) بچوں کی تربیت میں والدہ کے کردار کا نمایاں دخل ہے- لڑکپن میں بچے والدہ ہی سے جتنا تاثر قبول کرتے ہیں- والد کا اس میں دخل بہت کم ہوتا ہے- اللہ تعالی نے والدہ کی فطرت میں تربیت کی خوبیاں ودیعت رکھی ہیں- فطری طور پر تربیت کا جذبہ اس کے دل میں موجزن ہوتا ہے- یہی وجہ ہے کہ تربیت کا حق اس مدت میں والدہ کو حاصل ہے- تاہم تعلیمی دورانیہ شروع ہونے پر پھر دونوں اس میں شریک ہوتے ہیں- اولاد کو معاشرہ کا با کردار اور صالح افراد بنانا والدین کی ذمہ داری ہے- یہ بھی یاد رہے کہ فکری اور اعتقادی تربیت والدین کی بنیادی ذمہ داری ہے- بدقسمتی سے ہمارے معاشرہ میں عصری علوم سے بچے کو آراستہ کرنا والدین ذمہ داری سمجھتے ہیں- لیکن اعتقادی حوالہ سے اس کی تربیت سے غافل رہتے ہیں- یہ درحقیقت اولاد کے روحانی قتل کے مترادف ہے- جس کا دین و مذہب اور قانون اجازت نہیں دیتا- جسمانی قتل سے اولاد کا روحانی قتل بہت خطرناک ہے- واللہ اعلم

Scanned with CamScanner

مجوزہ حسبہ ایکٹ

دینی وآئینی ماہرین کی نظر میں

نفاذ شریعت کونسل صوبہ سرحد نے صوبہ سرحد کی حکومت کو اصلاح نظام کے حوالہ سے جو نظام پیش کیا اس میں مجوزہ ﴿حسبہ ایکٹ﴾ قانونی مراحل سے گزرنے کے بعد معاشرہ میں اہم تبدیلی کا حامل ہے۔ ایک جائزہ کے مطابق اس سے بے سہارا اور مظلوم افراد کی دادرسی ہوگی۔ ڈیڑھ سال سے یہ مجوزہ ایکٹ آئینی و قانونی ماہرین، مختلف این جی اوز، ملکی و عالمی ذرائع ابلاغ، سیاستدان، علماء کرام اور دوسرے اہل علم و دانش کی توجہات کا مرکز بنا ہوا ہے۔ ایک طرف اگر اس پر وہمی، جذباتی، یا غیر قانونی اعتراضات ہو رہے ہیں تو دوسری طرف اس کو معاشرہ کی ضرورت قرار دی جارہی ہے۔ اور اس کو ایک بڑی مثبت تبدیلی کے لئے پیش خیمہ سمجھا جاتا ہے۔ گزشتہ دنوں صوبہ سرحد کی حکومت نے اس پر وسعت ظرفی کا مظاہرہ کر کے اسمبلی میں پیش کرنے سے پہلے ایک سیمینار کا انعقاد نشتر ہال میں کیا۔ جس میں مجوزہ حسبہ بل ایکٹ پر تنقیدی تبصرے ہوئے۔ ملک کے نامور عالم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدھم اور جسٹس وجیہ الدین صاحب کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغامات افادہ عام کے لئے پیش خدمت ہیں۔

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معزز حاضرین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے لئے یہ اطلاع موجب مسرت ہے کہ صوبہ سرحد کی حکومت حسبہ ایکٹ کے نفاذ سے پہلے اس موضوع پر ایک سیمینار منعقد کر رہی ہے تاکہ اس کے مختلف پہلوؤں کا معروضی جائزہ لیا جا سکے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی حکومتوں کی طویل تاریخ میں ﴿حسبہ﴾ ایک انتہائی اہم ادارہ رہا ہے جس نے اصلاح معاشرہ اور صحت مند احتساب کی تاریخ ساز خدمات انجام دی ہیں۔ قرآن کریم نے اسلامی حکومت کے بنیادی فرائض ایک آیت کریمہ میں اس طرح بیان فرمائے ہیں۔

(الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوة وآتوا الزکوة وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبة الامور o) یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے روکتے ہیں۔ اور تمام امور کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے۔ ﴿امر بالمعروف﴾ اور ﴿نہی عن المنکر﴾ کا جو اہم فریضہ اسلامی ملک کے اصحاب اقتدار کو اس آیت کے ذریعے سونپا گیا ہے۔ اس کو جن مختلف طریقوں سے انجام دیا گیا۔ ان میں سے ایک طریقہ ﴿حسبہ﴾ ہے۔ یہ ادارہ اسلامی حکومتوں نے اس دور میں قائم کیا جب دنیا ﴿محتسب﴾ یا اومبڈس مین (Ombudsman) کے تصور سے آگاہ نہ تھی۔ اور اگر مذہبی بنیادوں پر احتساب کا کوئی تصور تھا تو وہ انکویزیشن (Enquisition) کا ہولناک تصور تھا۔ جس کی بربریت کی کہانیوں سے تاریخ بھری پڑی ہے۔

﴿حسبہ﴾ اس کے برعکس احتساب کا ایسا صحت مند اور معتدل نظام ہے۔ جس میں ذہن سازی، حسن انتظام اور اصلاح معاشرہ کی کاروائیاں اسلام کے معتدل احکام کے تحت انجام پاتی ہیں۔ مقام مسرت ہے کہ صوبہ سرحد کی حکومت ﴿حسبہ﴾ کے اس نظام کا احیاء کرنا چاہتی ہے۔ اور اس غرض کے لئے ایک مسودہ قانون زیر غور ہے۔ ہمارے ملک میں ہماری شامت اعمال سے ایک حلقہ ایسا موجود ہے۔ جسے ہر ایسے اقدام سے چڑ ہے۔ جس کا رشتہ اسلام یا اسلامی تاریخ سے قائم ہو، لہذا کسی بھی

Scanned with CamScanner

اسلامی ادارے کو سرکاری سطح پر قائم کرنے کی جب کوئی تجویز آتی ہے- وہ اس کی تفصیلات پر سنجیدگی سے غور کرنے کے بجائے اس کی فوری مخالفت شروع کر دیتا ہے- ان حلقوں کو اس ادارے کے معروضی حسن و قبح سے بحث نہیں ہوتی، بلکہ اس کو صرف اس کا نام سنکر اس کے مزعومہ تاریک پہلوؤں کو خوفناک انداز میں بیان کر کے اس سے لوگوں کو برگشتہ کرنا مقصود ہوتا ہے-

صوبہ سرحد کی حکومت کو چاہئے کہ وہ کسی منفی یا مثبت پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے بغیر قانون کی تدوین ایسے انداز سے کرے جس میں اسلام کے مقاصد مؤثر طور پر حاصل ہوں، اور قانون کے کسی حصے کے غلط استعمال کے مواقع پیدا نہ ہوں- مجھے مجوزہ مسودے کو بہت سرسری طور پر دیکھنے کا موقع ملا ہے- اور اس میں بہت سی مفید باتیں نظر آئی ہیں- بالخصوص معاشرے کی جن جاہلانہ رسموں کو خواہ مخواہ اسلام کے سر تھوپ دیا گیا ہے- مثلاً کاروکاری، جہیز وغیرہ- اس مسودہ قانون میں ان رسموں کے سد باب کی کوشش کی گئی ہے- تاہم چونکہ قانون دو دھاری تلوار ہوتا ہے- اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کے تمام پہلوؤں پر سنجیدگی سے علمی اور معروضی انداز میں غور کیا جائے- اور اس مقصد کے لئے اس سیمینار کا انعقاد انشاء اللہ مفید ثابت ہوگا-

میں اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے اس سیمینار میں شرکت سے قاصر رہا- لیکن میری دعا ہے کہ یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو اور فکر و نظر کی نئی راہیں کھول سکے-

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

محمد تقی عثمانی

جسٹس وجیح الدین صاحب کراچی

حسبہ مسودہ قانون کا انتہائی کم وقت میں سرسری مطالعہ کرنے کے بعد میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ ایک اچھا اور احسن اقدام ہے- جس میں اسلامی تشخص کو اچھی طرح اجاگر کیا گیا ہے- ضلع تحصیل اور تھانہ کی سطح پر بہت اچھی باتیں ہیں دوسرے قوانین میں اسلامی تشخص ضلع، تحصیل اور تھانہ کی حدود میں جو اصلاحی کام یا کاوشیں ہیں وہ مفقود ہیں- اس مسودہ قانون میں اس کی ترویج کر کے اچھا قدم اٹھایا ہے-

(ا) چار سال کی مدت میں توسیع اس قسم کے دوسرے قوانین میں موجود نہیں ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کو توسیع کا خیال ہوگا وہ اپنا کام بلاخوف وخطر نہیں کرسکتا۔ اگر کسی اچھے کام کرنے والے افراد کی کمی ہے اور کسی سے اچھا کام کرانا مقصود ہے تو پھر بجائے چار سال کے مدت پانچ سال کی جا سکتی ہے۔

(۲) تقرریوں میں یہ خیال ضروری ہے کہ صوبائی محتسب اور اس کے نیچے کی سطح کی تقرریوں میں ایسے لوگوں کو رکھا جائے جن کا تعلق انصاف کے محکمے سے رہ چکا ہو۔ اور جن کا کردار، ماضی بے داغ ہو۔ جو صوم وصلوۃ کے پابند ہوں۔ وہ اپنے کردار اور تجربے کی بنیاد پر ان کاموں اور امور کو احسن طریقہ سے اور اس قانون کے مقصد کے مطابق سرانجام دے سکیں۔

(۳) مصالحتی کمیٹی:

اگر مصالحت نہ ہو سکے تو مصالحتی کمیٹی اپنی کاروائی کی سمری، خلاصہ تیار کرے گی۔ اس کے سامنے جو کاروائی ہے اس کی بنیاد پر اگر وہ کسی ایسے نتیجے پر پہنچے کہ کس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے کس کے حقوق پامال ہوئے ہیں۔ خلاصہ اور سرڈیفیکٹ دونوں فریقین کو جاری کرنے ہوں گے۔ فریقین کو حق ہوگا کہ وہ عدالت کے استفادہ کے لئے انہیں پیش کرسکیں۔ ایسی کاروائی یا ایسا سرڈیفیکٹ تسلیم کرنے کی عدالت پابند نہیں ہوگی۔ لیکن اگر عدالت اس پر متفق نہ ہو تو اس کی وجوہات بیان کرنے کی پابند ہوگی۔ یہ شقیں اگر ڈال دی گئیں تو تنازعات کے حل میں معاون ثابت ہوں گی۔ میں اس کوشش اور بڑے کام کی ابتداء پر سرحد حکومت کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد دیتا ہوں اور اس ضمن میں ہر قسم کے تعاون اور خدمت کا یقین دلاتا ہوں۔ میری اور ہر مسلمان کی خواہش ہے کہ پاکستان اسلامی فلاحی ریاست بنے اور یہاں تمام شعبوں اور اداروں میں ایمانداری اور فرض شناسی سے کام کرایا جائے۔

جسٹس (ر)

وجیہ الدین احمد صدیقی

Scanned with CamScanner

اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا چارٹر اور ہمارے دینی مراکز کی ذمہ داری

مولانا زاہد الراشدی

﴿اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا چارٹر نوائے شریعت کے زیر نظر شمارے میں شائع کیا جارہا ہے- یہ اردو ترجمہ اقوام متحدہ کی ویب سائٹ سے لیا گیا ہے اور چارٹر کا سرکاری ترجمہ ہے-﴾

اقوام متحدہ کے اس چارٹر کو آج کی دنیا میں بین الاقوامی دستور کا درجہ حاصل ہے- اور کم و بیش تمام ممالک نے اس پر دستخط کر کے اس کی پابندی کا عہد کر رکھا ہے- یہ ایک بین الاقوامی معاہدہ ہے جس پر دستخط کرنے والے تمام ممالک نے یہ پابندی قبول کی ہوئی ہے کہ وہ اپنے اپنے ملک میں دستور و قانون کے نفاذ اور ملکی نظام کو چلاتے وقت اس معاہدہ کا لحاظ رکھیں گے- اور اپنے باشندوں کو وہ تمام حقوق دیں گے- جن کا اس چارٹر میں ذکر کیا گیا ہے-

اقوام متحدہ کے تحت انسانی حقوق کا کمیشن اور دیگر بہت سے بین الاقوامی ادارے اس چارٹر کے حوالہ سے دنیا بھر کی صورت حال کا جائزہ لیتے رہتے ہیں- اور ہر سال مختلف رپورٹیں منظر عام پر آتی ہیں-- جن میں یہ بتایا جاتا ہے- کہ دنیا کے کون کون سے ممالک میں ان حقوق کی کس حد تک خلاف ورزی ہو رہی ہے- ان رپورٹوں کی بنیاد پر بیشتر ممالک اور عالمی ادارے متعلقہ ملکوں کے بارے میں اپنی پالیسیوں کی ترجیحات قائم کرتے ہیں- اور ان کے ساتھ اپنے تعلقات پر نظر ثانی کرتے رہتے ہیں- مسلم ممالک اور پاکستان کے بارے میں بھی یہ رپورٹیں ہر سال جاری ہوتی ہیں- اور ان میں نہ صرف واقعات کے حوالہ سے اس چارٹر کی مختلف دفعات کی خلاف ورزی کی نشاندہی کی جاتی ہے- بلکہ ملک میں نافذ ایسے قوانین کا بھی حوالہ دیا جاتا ہے- جو رپورٹ جاری کرنے والے اداروں کے خیال میں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کی خلاف ورزی تصور کیے جاتے ہیں-

اسی چارٹر کے حوالہ سے متعدد اسلامی احکام و قوانین پر مسلسل تنقید ہوتی رہتی ہے اور ان کے

بارے میں کہا جاتا ہے کہ چونکہ یہ اسلامی قوانین و احکام اقوام متحدہ کے متفقہ منشور کے منافی ہیں اور بین الاقوامی معاہدہ کی خلاف ورزی پر مبنی ہیں- اس لئے ان احکام و قوانین کو نافذ نہیں ہونا چاہئے- اور اگر کسی ملک میں یہ اسلامی احکام و اقوانین نافذ ہیں- تو انہیں انسانی حقوق کے مذکورہ بالا چارٹر کی روشنی میں ختم یا تبدیل کر دینا چاہئے- اسی بنیاد پر اسلامی نظام اور شرعی قوانین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ آج کے عالمی حالات سے ہم آہنگ نہیں ہیں- دور جدید کے تقاضے پوری نہیں کرتے اور مستقبل کی گلوبل اور عالمی سوسائٹی کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتے - یہ اعتراضات صرف غیر مسلم اداروں اور لابیوں کی طرف سے نہیں ہوتے بلکہ متعدد مسلم ادارے اور دانش ور بھی بین الاقوامی معاہدہ کی پابندی اور عالمی برادری کے ساتھ ہم آہنگی کے نام پر اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتے رہتے ہیں- ہزاروں این جی اوز اس وقت اس ایجنڈے پر عالم اسلام کے مختلف ممالک میں مصروف عمل ہیں اور مسلمان نوجوانوں اور عورتوں کو ان حقوق کے عنوان سے اسلامی شریعت اور احکام و قوانین کے خلاف ورغلانے کے لئے سرگرمی سے کام کر رہے ہیں- ہم نے اس سلسلہ مین متعدد علمی و دینی مراکز کو توجہ دلائی ہے اور ایک عرصہ سے اس ضمن میں آواز بلند کر رہے ہیں کہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کا اس طور پر تفصیلی جائزہ لینے کی ضرورت ہے- کہ کون کون سے اسلامی احکام و قوانین اس کی کون کون سی دفعات کی زد میں آتے ہیں- اور شریعت اسلامیہ کا اس چارٹر کے ساتھ کہاں کہاں ٹکراؤ ہے- ظاہر بات ہے- کہ مابہ النزاع امور کی نشاندہی ہوگی- تو اسلامی احکام و قوانین پر کیے جانے والے اعتراضات کا جائزہ لیا جائے گا- اور ان کا جواب بھی دیا جا سکے گا-

مگر ہمیں افسوس ہے کہ مسلسل چیخ و پکار کے باوجود ہمارے بڑے علمی و دینی مراکز اس طرف متوجہ نہیں ہو رہے- بلکہ بعض اہم علمی اداروں نے ہماری درخواست کے جواب میں لکھا ہے- کہ انہیں اس کام کی کوئی ضرورت اور افادیت محسوس نہیں ہوتی- اس لئے وہ اس سلسلہ میں کسی پیش رفت سے قاصر ہیں- چنانچہ اس بارے میں اپنا فرض سمجھتے ہوئے ملک کے تمام علمی و دینی مراکز سے عمومی اتمام حجت کے طور پر ہم یہ گذارش کر رہے ہیں کہ وہ اس صورت حال کا نوٹس لیں- اور اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے مذکورہ چارٹر کا جو اس وقت بین الاقوامی دستور کے طور پر دنیا بھر میں نافذ ہے اور بین

الاقوامی معاہدہ کی حیثیت سے اس کی پابندی تمام ممالک پر لازم ہے جائزہ لیں اور اس کا گہری سنجیدگی اور باریک بینی کے ساتھ مطالعہ کر کے اس سلسلہ میں اپنی دینی و ملی ذمہ داری سے سبکدوش ہوں۔ ہمارے نزدیک اس کے لئے تین مراحل میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔

پہلے مرحلہ میں اس چارٹر کا دفعہ وار تفصیلی مطالعہ کر کے ان اسلامی احکام وقوانین کی نشاندہی کی جائے جو اس منشور کی زد میں آتے ہیں اور جن پر اس حوالہ سے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔

دوسرے مرحلہ میں تقابلی مطالعہ کے ساتھ اسلامی احکام وقوانین کی صحت و برتری کی وضاحت کی جائے اور نہ صرف عقلی ونقلی بلکہ معروضی دلائل کے ساتھ اسلامی احکام وقوانین کی افادیت اور ضرورت کو ثابت کیا جائے۔

تیسرے مرحلہ میں اسلامی دستور کے لئے تمام مکاتب فکر سرکردہ ۳۱ علماء کرام کے مرتب کردہ ۲۲ دستوری نکات کے طرز پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسانی حقوق کا ایسا جامع چارٹر مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ جسے اقوام متحدہ کے مذکورہ چارٹر کے متبادل کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ اور جسے ۲۲ دستوری نکات کی طرح تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء کرام کی تصدیق حاصل ہو اس پر بحث کی تمہید اور گفتگو کے آغاز کے طور پر ہم اقوام متحدہ کے چارٹر کے حوالہ سے ان چند اسلامی احکام وقوانین کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ جن پر اس منشور کی بنیاد پر اعتراضات سامنے آ رہے ہیں اور جن پر اس قت عالمی سطح پر گفتگو اور بحث ومباحثہ کا سلسلہ جاری ہے۔

ورتوں کے امتیازی قوانین :

اس منشور کی تمہید میں مردوں اور عورتوں کے درمیان مساوات کا بطور عقیدہ ذکر کیا گیا ہے ر اسی حوالہ سے دنیا بھر میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ مردوں اور عورتوں کے درمیان ہر شعبہ میں ابری اور مساوات قائم کی جائے۔ اور کوئی ایسا قانون نافذ نہ کیا جائے جو عورتوں کے حوالہ سے تیازی حیثیت رکھتا ہو۔ اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے جو اسلامی احکام امتیازی قوانین قرار پاتے ں ان میں چند یہ ہیں۔

☆ اسلام میں حکمرانی کا حق صرف مردوں کے لئے مخصوص ہے۔

☆ پبلک مقامات پر عورتوں اور مردوں کے آزادانہ میل جول کی ممانعت ہے۔

☆ وراثت میں مردوں اور عورتوں کے حصوں میں فرق ہے۔

☆ عورتوں کے لئے طلاق کا حق تسلیم نہیں کیا گیا۔

غلامی کا مسئلہ : انسانی حقوق کے مذکورہ چارٹر کی دفعہ ۴ میں کہا گیا ہے کہ

کوئی شخص غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو۔ ممنوع قرار دی جائے گی۔

اس دفعہ کے حوالہ سے سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ جب مسلم حکومتیں بین الاقوامی معاہدہ کی رو سے غلامی کو ختم کرنے کا عہد کر چکی ہیں تو پھر اسلامی ممالک میں قرآن کریم، احادیث نبوی ﷺ اور فقہ اسلامی سے غلامی کے احکام کو خارج کیوں نہیں کیا جا رہا۔ اور دینی مدارس میں ان مسائل و احکام کی مسلسل تعلیم کیوں دی جا رہی ہے۔

شرعی حدود کا مسئلہ : دفعہ ۵ میں کہا گیا ہے کہ

کسی شخص کو جسمانی اذیت یا ظالمانہ سلوک، انسانیت سوز، ذلیل سلوک یا سزا نہیں دی جائے گی۔ اس دفعہ کی رو سے کسی بھی سزا کا جسمانی اذیت اور تذلیل سے خالی ہونا ضروری ہے۔ جبکہ ہاتھ کاٹنا، سنگسار کرنا، کوڑے مارنا اور سرعام سزا دینا وغیرہ۔ جسمانی اذیت اور تذلیل پر مشتمل سزائیں ہیں اسی بناء پر ان سزاؤں کو وحشیانہ کہا جاتا ہے اور انہیں انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیا جاتا ہے۔

خاندانی قوانین : دفعہ ۱۶ میں کہا گیا ہے کہ

بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے۔ شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے، مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملہ میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

اس دفعہ کی رو سے مندرجہ ذیل احکام انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار پاتے ہیں۔

☆ کم سنی کے نکاح کا جواز۔

☆ غیر مسلموں کے ساتھ شادی نکاح کی ممانعت۔

Scanned with CamScanner

☆ کفواور ولایت کے تمام احکام۔

☆ عورت کے لئے طلاق کا حق تسلیم نہ کرنا اور

☆ خاندانی ماحول میں مرد کا حاکم ہونا۔

آزادی مذہب : دفعہ ۱۸ اور دفعہ ۱۹ میں رائے کی آزادی۔ مذہب کی آزادی مذہب تبدیل کرنے کا حق، اپنی رائے کے آزادانہ اظہار کا حق اور اس کے لئے دعوت وتبلیغ کا حق ہر شخص کا بنیادی حق تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اس کی رو سے ارتداد کی شرعی سزا، توہین مذہب اور توہین رسالت کی سزا، غیر مسلموں کو مسلم معاشرہ میں اپنے مذہب کی تبلیغ سے روکنا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا اور امتناع قادیانیت کا آرڈیننس وغیرہ سب انسانی حقوق کی خلاف ورزی شمار ہوتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے عالمی حلقوں اور لابیوں کی تنقید کا مسلسل نشانہ بنتے رہتی ہیں۔ یہ چند امور بطور نمونہ عرض کیے گئے ہیں، تاکہ اس انداز سے انسانی حقوق کے چارٹر کا تفصیلی مطالعہ کیا جا سکے۔ یہ ضروری نہیں کہ اس چارٹر کی ہر بات کی مخالفت کی جائے۔ اس میں بہت سی باتیں درست ہیں۔ اور ان سے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے لیکن جو امور متنازعہ ہیں اور جن کی بناء پر بہت سے اسلامی احکام وقوانین کی مخالفت کی جارہی ہے بلکہ مسلم ممالک اور حکومتوں پر ان کے خاتمہ کے لئے مسلسل دباؤ ڈالا جارہا ہے۔ ان کی نشاندہی اور ان کے بارے میں مسلمانوں کا علمی موقف سامنے لانا بہرحال ہماری دینی وملی ذمہ داری ہے۔ امید ہے کہ تمام علمی و دینی مراکز اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں گے اور اسلام کی نمائندگی و ترجمانی کا فرض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی نئی نسل کی علمی فکری راہ نمائی کی ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہوں گے۔

بشکریہ نوائے شریعت

دنیا کی موجودہ کشمکش

مولانا ابوالحسن علی ندوی

ہمت شکن تجربے:

اس وقت دنیا کی تقسیمیں بڑی بے رحم ہیں، پہلے قوموں اور سلطنتوں نے ملکوں کو بانٹا تھا، مگر اب سیاسی تحریکوں نے قوموں اور محلوں کو بانٹ دیا ہے۔ مذہب کی آڑ میں ایسے فتنے نہیں تھے۔ جتنے آج کی مہذب دنیا اور جمہوری دور میں نظر آرہے ہیں۔ آج کے سیاسی پلیٹ فارم لوگوں کو جدا کرنے کے لئے یا اپنے گروپ بڑھانے کے لئے مخصوص ہیں، لیکن اب بھی بے غرضی سے پکارا جاتا ہے تو لوگ اب بھی---- جواب دینے کو تیار ہیں، ابھی اس کا امکان ہے کہ سیاسی پلیٹ فارم کے علاوہ بھی لوگ جمع ہو جائیں ہم نے خالص انسانی مسئلوں پر غور کرنے کی دعوت دی، ہمارا دل بہت خوش ہے کہ آپ نے دعوت قبول کی۔ آپ کا سیاسی تحریکوں سے گھبرانا تعجب نہیں۔ انسان اپنے تجربوں ہی سے نتیجہ نکالتا ہے۔ آدمی بار بار جن چیزوں کو ہوتے دیکھتا ہے اس سے قاعدہ بنالیتا ہے۔ آج اغراض کے لئے جمع کرنے کی عادت ہے، آپ ہم پر بھروسہ کریں۔ ہم کسی پارٹی کے ماؤتھ پیس (MOUTH PIECE) یا لاؤڈ اسپیکر نہیں ہیں، ہمارے سامنے خالص انسانیت کا مسئلہ ہے۔

سب ٹھیک ہو رہا ہے لیکن میرے اہتمام سے ہونا چاہئے:

دوستو! اس وقت کا انسان اصل بگاڑ سے آنکھیں بند کر کے کہتا ہے کہ سب ٹھیک ہو رہا ہے، لیکن میرے اہتمام سے ہونا چاہئے۔ جو کچھ ہو میری نگرانی اور چودھرائیت میں ہو۔ بداخلاقی و بے مروتی، چور بازاری، دولت سمیٹنے کی ہوس سب ٹھیک ہے، لیکن اس کی تولیت (TRUSTEESHIP) ہمارے سپرد ہو تو خوب ہے، آج سب کے دل کی خواہش یہی ہے اور جب بھی کسی کے ہاتھ میں انتظام آیا ہے تو اس نے لوٹ پھیر کر وہی نظام قائم رکھا اور تھوڑی سی ترمیم

Scanned with CamScanner

کے بعد بات وہیں رہی جہاں تھی۔ بگاڑ کے سمجھنے میں مختلف پارٹیوں میں کچھ زیادہ بنیادی اختلاف نہیں کوئی نہیں کہتا کہ وہ سب کچھ جو ہو رہا ہے نہیں ہونا چاہیئے بلکہ سب کا کہنا یہ ہے کہ جو ہو رہا ہے ہمارے ماتحت اور ہماری سرپرستی میں ہونا چاہئے۔ گویا اس پر اعتراض نہیں کہ کارخانہ غلط ہے بلکہ اس پر غصہ ہے کہ ہمارا سایہ اس کے سر پر نہیں۔

یورپ اور ایشیاء میں آج یہی جذبہ کام کر رہا ہے۔

دنیا کی بڑی جنگیں اسی بنیاد پر لڑی گئیں، فرانس، انگلستان، جرمنی، روس اور امریکہ وغیرہ سب، اسی جذبہ کو لیکر اٹھے – انہوں نے لفظوں کو آڑ بنا کر یہ مطالبہ کیا کہ نو آبادیات (COLONIES) کا انتظام دوسروں کے سپرد کیوں ہے، اور دوسری ہی قوم ہمیشہ کیوں حاوی رہے۔ انسانیت کے درد سے بے قرار ہو کر ان میں سے کوئی نہیں اٹھا تھا، ان میں کوئی حضرت مسیح کا مذہب جاری کرنے اور دنیا کے ساتھ انصاف کرنے، فسق و فجور، فحاشی اور عیاشی اور ظلم اور زیادتی مٹانے نہیں اٹھا تھا، نہ انگریز، نہ جرمن، نہ روس، نہ امریکہ، انہیں اچھے برے ظلم و انصاف، حق و باطل سے کچھ بحث نہ تھی، حاشا وکلا انہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ ہم دنیا کو صحیح نظام زندگی دیں گے اور انسانیت کی خدمت کریں گے۔ ان کے پیش نظر یہ تھا کہ ہم لوگ سونے چاندی کی گنگا بہائیں گے اور ملکوں کے ذخیروں اور دولتوں سے فائدہ اٹھائیں گے – وہ دنیا پر اپنی اجارہ داری (MONOPOLY) قائم کرنا چاہتے تھے، یہ سب ایک نظام زندگی پر ایمان لائے تھے کہ تمام دنیا کو پامال کر کے انسانوں کی لاشوں پر عیش و عشرت کی محفل رچائیں گے اور آدمیت کے ملبہ پر اپنی شان وشوکت کا محل تیار کریں گے۔ سب ترسے ہوئے ندیدے۔ دولت کے بھوکے خواہشات کے غلام، شرابخور، قمار باز، خدا کو بھولے ہوئے، فطرت صحیح کے خلاف بغاوت کرنے والے تھے، دل رحم سے خالی، انسانیت کے درد سے عاری، انہیں کے نقش قدم پر آج قوم اور ملک، ذاتیں اور برادریاں، سیاسی پارٹیاں، قومی ادارے اور قوم پرست حکومتیں چل رہی ہیں۔ سب کا جذبہ یہ ہے کہ ہم اور ہمارے رفیق اور ساتھی اور عزیز و احباب موج کریں۔ وہ موجودہ حالت کو Accept کر لیتے ہیں۔ ان کو

سے کوئی اختلاف نہیں، صرف ان لوگوں سے مختلف ہے، جن کے ہاتھ میں باگ ڈور ہے۔ صورت حال کو وہ بدلنا نہیں چاہتے صرف اس کی امامت و قیادت (Leadership) بدلنا چاہتے ہیں ان کی کوشش صرف یہ ہے کہ دوسروں کی جگہ پر ہم آجائیں۔ آپ کے یہاں مقامی انتخابات ہوتے ہیں۔ ڈسٹرکٹ بورڈ میونسپلٹی، ٹاؤن ایریا وغیرہ کے نئے نئے انتخابات میں نئے نئے لوگ آتے ہیں۔ لیکن کیا کوئی نئی ذہنیت، نیا اصول زندگی، نیا جذبہ خدمت اور نیا جذبہ اصلاح لے کر آتا ہے، کیا کوئی نیا بورڈ نئی کمیٹی بداخلاقیوں کی روک تھام کرتی ہے، انسانوں کی بےلوث خدمت کرتی ہے، ہم تو یہ جانتے ہیں کہ یہ سب ایک ہی ذہن، ایک ہی اصول زندگی اور ایک ہی جذبہ لیکر آتے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، زندگی کی خرابیاں اور سوسائٹی کے جھول جوں کے توں رہتے ہیں۔

پیغمبروں کا مطالبہ، زندگی کا نقشہ غلط ہے:

اس کے برخلاف پیغمبر کہتے ہیں کہ سرے سے زندگی کا نقشہ غلط ہے۔ اسے ادھیڑ کر پھر سے بناؤ اس میں پھر سے رنگ بھرو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے ایک شیروانی سلی سلائی لے لی، وہ اس کے جسم پر چست نہیں ہوتی، وہ اس کو ادھر ادھر سے کترتا ہے، کھینچتا ہے، پیغمبر کہتے ہیں کہ یہ بخیے غلط لگ گئے ہیں۔ جب تک یہ بخیے رہیں گے اس میں جھول ہی جھول رہیں گے، اسے ادھیڑ کر پھر سے بناؤ۔

قوموں کو رشوت دی جا رہی ہے:

آج ساری دنیا نے انسان کو اپنی خواہشات میں آزاد مان لیا ہے، ان غلط خواہشات کے خلاف جذبہ پیدا کرنے کی بجائے آج ساری پارٹیاں اسے رشوت دے رہی ہیں، خواہشات کی رشوت، اخلاقی رشوت اور ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر کہہ رہی ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں نظام حکومت آگیا۔ تو ہم تمہاری خواہشات کو پورا کریں گے۔ اور تم کو عیش و ترقی کا پورا پورا موقع دیں گے۔ اگر اپنی خواہشات کی تکمیل اور آزادی چاہتے ہو۔ تو ہمیں ووٹ دو، آج ہر ایک یہ کہہ رہا ہے کہ ہم اقتدار پا کر

تمہارے تعیشات میں اضافہ کریں گے۔تمہارا معیار زندگی اونچا کریں گے، گویا انہوں نے مٹھائیاں دے کر بچوں کی عادتیں بگاڑ دیں، انہوں نے ان کو مٹھائیوں پر لگا دیا۔ دنیا کے انسان بچے ہیں، پارٹیاں اور حکومتیں انہیں خواہشات کی ہوا دے رہی ہیں، اور ان کی عادتیں بگاڑتی جارہی ہیں، انسان کا یہ حال ہے کہ جتنا اسے دیے جاؤ وہ اور مانگتا جاتا ہے۔فلم آتے ہیں تو اس کی ہوس اور بڑھتی ہے۔ یہ اور زیادہ ہیجان (Excitement) چاہتا ہے اور زیادہ عریاں تصویریں مانگتا ہے، یہ دنیا کے منتظم انسانی خواہشات پر لگام نہیں لگاتے، بلکہ ان کی ہوس کے مطابق دیتے جاتے ہیں۔

پیغمبروں کا یہ راستہ نہیں، وہ خواہشات میں توازن واعتدال پیدا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر شخص کی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش غیر فطری ہے۔ پیغمبر کہتے ہیں کہ انسانوں کا چٹورپن خطرناک ہے، اس کو چھڑانا چاہیے، چاہے بچے کا دل برا ہو، چاہے وہ کچھ دیر روئے اور مچلے۔ اس کو برداشت کرنا چاہیے اور صحیح راستہ پر لگانا چاہئے۔ یہ غلط فلسفہ ہے کہ خواہشات کو بریک نہ لگایا جائے اور ان کو شہ دی جاتی رہے۔ اور جب ان کا فساد ظاہر ہو جائے تو پھر حیرت سے دیکھا جائے اور شکایت کی جائے۔

منہ زور اور بے لگام گھوڑوں کی ریس:

سیاسی پارٹیوں کا نظام غلط ہے کہ اس زندگی کے نظام کو قبول کرلیا جائے، منہ زور گھوڑا، بے لگام اور غلط رو گھوڑا انسانیت کی کھیتی کو روندتا چلا جارہا ہے، آج تمام پارٹیاں اس کا سائیں بننا چاہتی ہیں، منہ زور بے لگام گھوڑوں کی ریس ہے، کیا ان کے سامنے انسانی ضمیر کی کوئی قیمت ہے؟ انسانی ہمدردی کا کوئی جذبہ ہے؟ یورپ اور امریکہ ہمدردی اور مساوات کا نام لیتے ہیں۔ ان کی ہمدردی کے پیمانے ہم سب کو معلوم ہیں، بے چارے باہر سے ہمدردی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اندر وہی ہوس کا بھوت ہے، ظلم کے وہاں بڑے عجیب وغریب طریقے ہیں۔

حکومت اور عہدہ کا کون اہل ہے؟

دوستو! ہم کہتے ہیں کہ زندگی کا راستہ منزل سے بہت دور جا پڑا، جب تک خدا کا یقین (Belief) نہ پیدا کیا جائے۔ سدھار نہیں ہوسکتا۔ اس کے بغیر ہم ظالم کو محتاط اور ہمدرد نہیں بناسکتے

ہیں۔ میں مطالعہ کے بعد کہہ رہا ہوں کہ جب تک آپ یقین نہ پیدا کریں انسانیت کے اصلی ماڈل Model تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے اندر سے عزت وعہدہ کی محبت، دولت کی محبت نکال دیجئے اور ایثار وقربانی اور دوسروں کے لئے گھلنے کا جذبہ پیدا کیجئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا کہ عہدہ اسے ملے گا جو اس کا خواہشمند نہ ہو وہاں یہ Qualifiaction تھی۔ آج اس کے برخلاف بے حیائی سے خود اپنی قصیدہ خوانی کر کے حکومتیں بنائی جاتی ہیں، صحابہ کرام اس سے بھاگتے تھے، حضرت عمرؓ معافی چاہتے ہیں کہ اس ذمہ داری کے بوجھ سے مجھے معاف رکھا جائے۔ انہیں مجبور کیا جاتا تھا کہ آپ دست بردار ہو گئے تو کون انتظام کرے گا؟ وہ جب تک کرتے تھے اسے بڑی ذمہ داری اور بوجھ سمجھتے تھے اور جب سبکدوش ہوتے تو بڑا سکون Relief محسوس کرتے تھے، حضرت خالدؓ کو سپہ سالار اعظم Commonder in Cheaf بنایا گیا تھا۔ سب طرف ان کی دھاک بیٹھی تھی، عین محاذ پر ایک معمولی سا پرچہ مدینہ سے آتا ہے کہ خالد برطرف کئے جاتے ہیں اور ان کی جگہ ابوعبیدہ مقرر کئے جاتے ہیں تو ذرا بھی ملال نہیں ہوتا، بڑی فراخ دلی سے کہتے ہیں کہ اگر میں اس کام کو عبادت، فرض سمجھ کر کرتا تھا۔ تو اب بھی انجام دوں گا۔ اور اگر عمرؓ کے لئے کرتا تو کنارہ کش ہو جاؤں گا، پھر لوگوں نے دیکھا کہ وہ اسی ذوق وشوق سے اپنے کام میں مشغول رہے اور کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

جاہ طلب سیاسی:

آج سیاسی پارٹی سے کسی کو الگ کر دیا جاتا ہے تو پہلے تو نکلنے کا نام نہیں لیتا اڑا رہتا ہے۔ فتنہ مچاتا ہے۔ اور اگر الگ ہوتا ہے تو دوسری سیاسی پارٹی بنالیتا ہے، یہ کیوں؟ اس لئے کہ عزت کی ہوس، دولت کا شوق اور بڑائی کا خیال ودماغ پر چھایا ہوا ہے۔ پس جب تک موجودہ زندگی کا سانچہ نہیں بدلتا سدھار مشکل ہے۔ میں آپ کو صاف صاف زندگی کی حقیقتیں بتلارہا ہوں۔ خدا کا خوف اور اس کی رضا کا شوق پیدا کیجئے، روحانی اور اخلاقی زندگی پیدا کیجئے۔ زندگی سے لطف اندوز ہونے (Enjoy) کرنے کا شوق جو زندگی کا آئیڈیل Ideal بن گیا ہے۔ اسے چھوڑیے۔

انسانی ضروریات کی فہرست بہت طویل نہیں:

انسانی ضروریات کی فہرست بہت لمبی نہیں، فضولیات Luxuries کی فہرست بہت لمبی ہے، سب نے اپنی بنیاد Luxuries پر رکھی ہے- زندگی کے تعیش کو مقصود بنالو، معدہ اور نفس کو معبود مان لو، خدا کو نہ مانو، اس کی بالا دستی کا انکار کرو، انسانوں کو ایک ترقی یافتہ جانور تسلیم کرو اور اس کی زیادہ سے زیادہ خواہشات کو پورا کرو، یہ سب اسی کا فساد ہے، جب تک یہ بنیاد باقی ہے- ہزار کوششوں کے باوجود سدھار ناممکن ہے، کسی شہر اور ملک کی تو کیا ایک میونسپلٹی کے رقبہ کی بھی اصلاح نہیں ہوگی-

خراب اجزاء اور اکائیوں سے اچھا مجموعہ تیار نہیں ہوسکتا-

آج انسانی افراد اور سوسائٹی کے اجزا خراب اور ناقص ہیں- غلط بنیادوں پر ان کا اٹھان ہوا ہے اور غلط طریقہ پر ان کی تربیت اور نشو ونما ہوا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ آج سارے انسانی مجموعے خراب و ناقص اور کمزور ہیں، جماعتیں افراد سے بنتی ہیں جب تک افراد درست اور صالح نہیں ہوں گے جماعتیں اور جماعتی کام کیسی درست ہو سکتے ہیں- افراد کا سوال چھیڑا جائے تو لوگ چڑتے ہیں اور ناراض ہوتے ہیں اور اس مسئلہ کو ٹال دینا چاہتے ہیں- اور اس خیال خام میں مبتلا ہیں کہ اجتماعی حالت میں یہ نقص خود بخود دور ہو جائے گا، عجب لطیفہ ہے کہ جب اینٹیں بھٹہ سے نکلیں تو کہنے والے نے کہا کہ یہ پیلا ہے، یہ کھنجڑ ہے، یہ اینٹیں اچھی نہیں، یہ عمارت کا بوجھ نہیں اٹھا سکیں گی- آپ نے جواب دیا محل بن جانے دو وہ سب اینٹیں اچھی ہو جائیں گی- لیکن خراب اور ناقص اجزاء سے ایک اچھا مجموعہ کیسے تیار ہوسکتا ہے؟ بہت سے خراب ممبروں سے ایک اچھی باڈی Body کیسے بن سکتی ہے؟ خراب تختوں سے ایک اچھا جہاز کیسے بن سکتا ہے؟ ہم کہتے ہیں یونٹ Units خراب ہیں- مسالہ Material خراب ہے، اس سے اچھی گورنمنٹ کیسے بنے گی؟ آج ساری دنیا میں یہی ہورہا ہے- Material تو کوئی نہیں- دیکھتا اور نتیجہ کو دیکھ کر کوفت ہے کیا یہ ناسمجھی کی بات نہیں، پیغمبر تختے بناتے ہیں، یونٹ Units بناتے ہیں- ان کی تعمیر پائیدار، صالح اور جاندار ہوتی ہے، وہاں دھوکا نہیں ہوتا- آج تعلیم گاہوں میں بھی اس حقیقت کو نظر انداز کیا جارہا ہے، یقین اور اخلاق پیدا کرنے کی کوشش

کی جارہی ہے، افراد کی تربیت کا انتظام کہیں نہیں، ہر جگہ غیر تربیت افراد کے کھیپ کے کھیپ نکل رہے ہیں، آج طالب علم ہر کام کر سکتا ہے، اس لئے کہ اس کی کوئی تربیت نہیں کی گئی، میونسپلٹی میں کون لوگ ہیں؟ ڈسٹرکٹ بورڈ میں کون لوگ ہیں؟ حکومت میں کون لوگ ہیں؟ سارے نظام پر اس طرح کے لوگ حاوی ہیں- انہیں کے ہاتھ میں زندگی کی باگیں ہیں- آج اکثر انسان انسان نہیں، انسان نما ہیں-

حقیقت ظاہر ہو کر رہتی ہے:

حقیقت ظاہر ہو کر رہتی ہے- چاہے اس پر کتنا ملمع چڑھاؤ، گدھے نے شیر کی کھال پہن لی تھی لیکن جب خطرہ سامنے آیا تو ہیبت سے اپنی بولی بول دی، آج سب جگہ یہی ہورہا ہے- اندر کی چیز باہر آرہی ہے، آپ میں سے بہت سے بھائی انتھک کوشش کررہے ہیں، آپ میں سے بہت سے مخلص (SINCERE) ہیں، لیکن کیا کبھی آپ نے نیچے سے سدھار کی کوشش کی، لوگ پارٹی کے اقتدار کے پیچھے پڑے ہیں، لیکن کرنے کا کام یہ تھا کہ آدمیت کا احترام پیدا ہو، خدا کا خوف پیدا ہو-

خدا کی بستی دکان نہیں ہے:

خدا کی بستی کو دکان سمجھ لیا گیا، ہر ایک دوسرے سے گاہک سمجھ کر معاملہ کرتا ہے، یہ تاجرانہ ذہنیت تباہ کن ہے، آج سب طرف لینا ہی لینا عام ہے- کہیں استاد شاگردوں کی کشمکش، کہیں مزدوروں اور کارخانہ داروں میں چپقلش یہ سب کیوں؟ یہ سب اسی تاجرانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے- پیغمبر کہتے ہیں کہ سب کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں اور سب کے ذمہ فرائض ہیں- فرائض ادا کرنے میں مستعد ہوں اور حقوق حاصل کرنے میں فراخ دل، ہم یہی کہتے ہیں کہ آپ لوگ بھی یہی کرنے لگیں تو فضا بدلے گی، زندگی کا لطف آئے گا، آج لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے، ہر ایک کی نگاہ تجوری پر ہے، انسان کی مجبوری پر نہیں-

Scanned with CamScanner

ہمارا پیغام:

ہم اپنے پیغام کو ہر پارٹی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں، اور ہمارا وجود ہر پارٹی کے لئے ضروری ہے، کیوں کہ ہمارا کام ہوگیا تو انسانیت کا مہکتا ہوا گلدستہ ہے گا۔ آج کا کے ہیں، آج انسان عنقا ہے، ہم کہنے آئے ہیں کہ انسانیت کی بہار لاؤ، انسانیت کو کے درخت سے کانٹے اور کڑوے کسیلے پھل پیدا ہو رہے ہیں۔ آپ انسانیت کے ہم آپ کے کاموں میں روڑا اٹکانے نہیں آئے، ہم یہ کہنے آئے ہیں کہ انسانیت کی بگڑی ہوئی دنیا کے خلاف خلش پیدا کرنے کے لئے آئے ہیں۔ کاش یہ چبھن پیدا ہو، کام اور ان کا پیغام ہے، ہم اسے یاد دلانے آئے ہیں، کوئی دماغ تک رہ جاتا ہے، کوئی جاتا ہے، کوئی کپڑوں اور مکان میں اٹک کر رہ جاتا ہے لیکن مذہب خدا کے یقین اور محبت کا کام ہے، انہیں کی محنتوں سے دل کی پھانسیں نکلیں اور قلوب کو اطمینان ملا۔

ہم مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم نے پیغمبروں کے کام اور پیغام کی بڑی ناقدری کی ہو، تم اصل سرمایہ کو چھوڑ کر ذلیل سرمایہ داروں کے ایجنٹ بن گئے، تم نے بھی تاجرانہ ذہنیت بیوپاری بن گئے، تمہاری حیثیت بیوپاری اور ملازم کی نہیں تھی، تم یہاں داعی کی حیثیت سے آئے تم نے داعیانہ حیثیت اور اپنے آنے کا مقصد کھو دیا، تم دعوت و محبت کے پیام کے ساتھ سے جیتے اور کامیاب و بامراد جیتے رہتے، اب تمہاری فلاح اسی میں ہے کہ تم اپنی کھوئی ہوئی اختیار کرو۔ دنیا کی فلاح اس میں ہے کہ وہ پیغمبروں کے پیغام کی قدر کرے، سیاسی پارٹیاں اور جماعتیں قیادت کی جنگ اور غلبہ و اقتدار کی کشمکش چھوڑ کر زندگی کے اس بگڑے ہوئے کوشش کریں اور اپنے اپنے متعلقین اور دوستوں کی بجائے ساری انسانیت کی فکر کریں کہ سدھار کے بغیر کسی کو چین اور امن حاصل نہیں ہو سکتا۔

عظیم سانحہ، مردِ حق، مردِ درویش

مولانا محمود رشید

علم و عرفان کا منبع جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن نصف صدی سے دین حق اور علم دین کی نشر و اشاعت میں مصروف عمل ہے۔ دین حق کی روشنی پھیلانے میں اب تک جتنی آزمائشیں اور مشکلات جامعہ اور اہل جامعہ کو پیش آتی ہیں۔ شاید ہی کسی دوسری جامعہ اور اہل جامعہ کو پیش آتی ہیں۔ شاید ہی کسی دوسری جامعہ اور اہل جامعہ اتنی صعوبتیں برداشت کی ہوں۔ ایسا کیوں ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ خصوصیت جامعہ اور اہل جامعہ کے عنداللہ مقبول اور مقرب ہونے کی علامت ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے ان کی سعادت دارین کے لئے یہ فیصلہ کیا ہو۔ اور یہ ہر ایک کو نصیب بھی نہیں ہوتی۔ سوائے ان کے جو انبیاء کی حیات طیبہ سے مماثلت اور مناسبت رکھتے ہوں۔ جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے۔ ﴿اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل﴾ الحدیث۔ اور یہی حالت آج ہر شخص گلشن بنوری کے در و دیوار سے مشاہدہ کر سکتا ہے۔

بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ جب بھی کفار اور اس کے کارندے دین اسلام اور اس کے کامل اتباع کرنے والوں کو تر و تازہ دیکھتے ہیں۔ تو ان کا حسد اور نفرت اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور وہ کبھی بھی اسلام اور اہل اسلام کو تر و تازہ دیکھنا نہیں چاہتے۔ اور کسی طرح دین کی بنیاد کمزور کرنے کے لئے سخت سے سخت تدبیریں کرنے اور انہیں پایہ تکمیل تک پہنچانے سے دریغ نہیں کرتے۔ ہو سکتا ہے کہ دین کے خلاف ان کی آخری سازشیں ہوں جس کے بعد ہمیشہ کی رسوائی ان کی مقدر ہو۔

استاذ العلماء والصلحاء حضرت مفتی نظام الدین شہید کی شہادت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ گذشتہ اتوار ۳۰ مئی ۲۰۰۴ء کو جامعہ عثمانیہ پشاور میں یوم سرپرستان کے سلسلے میں ایک پروگرام تھا۔ صبح آٹھ بجے سے لوگوں کا آنا شروع ہوا۔ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے پروگرام کا آغاز ہوا۔ جونہی پروگرام کا آغاز ہو رہا تھا کہ اچانک فون میں ایک اندوہناک خبر جامعہ کے کسی استاذ کے کانوں میں پڑی۔ جامعہ کے مہتمم حضرت مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ اور ناظم تعلیمات حضرت مولانا حسین احمد

Scanned with CamScanner

صاحب مدظلہ خبر سنتے ہی فرط غم سے نڈھال ہو کر رونے لگے۔ یہ دیکھ کر طلباء اور باہر سے آئے ہوئے مہمانان گرامی حیران ہو گئے۔ اسی دوران ان کے آپس میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور کانوں میں یہ بات پہنچی کہ کراچی کے کسی عالم دین کو شہید کر دیا گیا ہے۔ پھر اسی لمحہ پتہ چلا کہ یہ شہادت کسی معمولی انسان کی نہیں تھی بلکہ ایسی عظیم شخصیت کی شہادت تھی کہ جس نے چار دانگ عالم میں دین اسلام کی آبیاری کی۔ اور وہ شخصیت میرے مربی استاذ محترم حضرت مفتی شامزئی صاحب کی ذات بابرکت ہے۔ جس کے بارے میں یہ گوشہ خیال میں بھی نہ تھا کہ اتنی جلدی ہم حضرت کے سایہ عاطفت سے محروم ہو جائیں گے۔ خبر سن کر دل پر جو گزرا اور چوٹ لگی وہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ استاذ محترم کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔ اور ہم تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے وہ ملکہ اور صلاحیت عطا فرمائی تھی اور دین اسلام کی ترویج و ترقی میں آپ سے وہ کام لیا جس کا ہر خاص و عام معترف ہے۔ درس و تدریس ہو یا خانقاہ و دعوت و تبلیغ ہو یا میدان جہاد۔ غرض کوئی شعبہ دین کا ایسا نہیں جس میں آپ کے مساعی جمیلہ نمایاں نہ ہوں۔ ہر ایک میدان میں آپ صف اول میں رہتے ہوئے ایسے خدمات سرانجام دی جو تا قیامت زندہ و تابندہ رہیں گی اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قسام ازل ابتدائی آفرینش آپ کو ان خدمات کے لئے چنا تھا۔ جس کے بارے میں کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔

قسمت کیا ہر چیز کو قسام ازل نے
جو شخص بھی جس چیز کے قابل نظر آیا

آپ کی خدمات، عادات واخلاق اور دیگر اوصاف حمیدہ سے آپ کی شہادت کے متصل ہی اہل قلم نے ماہناموں، رسائل، اخبارات اور دیگر اوراق وصفحات کو بھر دیے ہیں اور آئندہ بھی لکھنے والے لکھ کر تھک جائیں گے۔ لیکن میرے شیخ کی زندگی کا ہر لمحہ مستقل باب رکھتا ہے۔ ہر باب کو اس کے شان کے مطابق پورا کرنا ہر ایک کی بس کی بات نہیں۔ اس کے لئے باکمال شخصیت اور ایسے صاحب قلم کی ضرورت ہے جو حضرت مفتی صاحب کی زندگی کے گرانقدر لمحات کو اس کی شان کے موافق نمایاں کر سکے۔ اور میں اس کا اہل نہیں کہ ایسے عظیم شخصیت کی حیات طیبہ کے متعلق کچھ لکھنے کی

جرات کر سکوں اور اس کا حق ادا کر سکوں۔ اس لئے کچھ لکھنے کو بھی بے ادبی سمجھتا ہوں۔ لیکن کچھ عرصہ حضرت کی صحبت بابرکت میں رہنے اور تلمذ کا شرف حاصل ہونے کی وجہ سے دل کی اضطراری حالت اس پر مجبور کرتی ہے کہ حضرت کی صحبت کے مشاہدات سے چند منتشر اور بے معنی کلمات ہی کیوں نہ تحریر کروں۔

حضرت مفتی شامزئی شہید کو تو میں اس وقت سے جانتا تھا جس وقت جامعہ کی شاخ مدرسہ تعلیم الاسلام گلشن عمر میں پڑھتا تھا۔ لیکن حضرت کی شخصیت اور کمالات کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب جامعہ میں آ کر آپ کے سامنے زانوئے تلمذ کا شرف حاصل ہوا۔ دور حاضر کے علماء اور صلحاء کے بارے تو بہت کچھ سنا اور دیکھا بھی ہے لیکن حضرت مفتی صاحب کی حیات طیبہ کے کمالات اور خصائل حمیدہ کا جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ بیک وقت کسی عالم کا ایسے جامع صفات کا مالک ہونا شاید ہی کسی کو نصیب ہو۔ حضرت کے حیات طیبہ کے تمام جوانب کے متعلق فی الحال تو کچھ نہیں لکھ سکتے۔ البتہ آپ کی حیات طیبہ کے متعلق کچھ مشاہدات اس طرح کے ہیں۔

حضرت کی خندہ پیشانی:

یہ حضرت کی ایک عجیب خصلت تھی کہ اتنے مشاغل کے باوجود ہمیشہ ہنس مکھ رہتے اور طلبہ کے ساتھ ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتے۔ حالات کی وجہ سے ہر انسان کی مزاج میں فرق آتا رہتا ہے لیکن پانچ سالوں کے دوران کبھی بھی آپ کی پیشانی پر بل آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ کلاس میں اگر کسی طالب علم کو سبق کی طرف سے غیر متوجہ دیکھتے تو غصے کی انتہا یہ ہوتی کہ صرف اتنا کہہ دیتے کہ مولوی صاحب آپ کھڑے ہو جائیں۔ پھر متنبہ ہونے کے بعد فوراً بیٹھنے کی طرف اشارہ فرماتے۔

تواضع اور سادگی:

حضرت مفتی صاحب انتہائی ملنسار اور عاجز مزاج شخصیت تھے۔ جب کسی سے ملاقات یا کہیں علمی مجالس میں جانے کا موقع ملتا تو تبحر علمی کے باوجود انتہائی تواضع اور عاجزی کا مظاہرہ فرماتے۔ اس لئے جامعہ کے طلباء آپ کو یادگار اسلاف کے لقب سے یاد کرتے۔ جب بھی طلباء کے

سامنے بیان فرماتے تو اس میں طلباء کو تقویٰ کے ساتھ ساتھ تواضع اور عاجزی کی تاکید فرماتے۔ جب دورہ حدیث کے اسباق شروع ہوئے تو ہمیں بخاری شریف پڑھانے سے پہلے دو دن نصیحت فرماتے رہے۔ اس دوران آپ نے پہلی بات یہ فرمائی کہ آپ حضرت اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ درست رکھیں یہی تمہاری کامیابی کے لئے کافی ہے۔

کلاس سے نکلتے ہوئے بار بار راستے ہوئے اگر کوئی مسئلہ پوچھ لیتا تو حضرت اس کو لیکر برآمدے میں بیٹھ جاتے اور پورا مسئلہ سمجھا کر پھر تشریف لے جاتے۔ عصر کی نماز کے بعد جب طلباء ملنے کے لئے گھر چلے جاتے تو مشورہ سے نوازتے اور کھلا پلا کر انتہائی اکرام کے ساتھ رخصت فرماتے۔

طلباء اور اساتذہ کی حضرت سے محبت:

حضرت مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ صفت بھی عطا فرمائی تھی کہ جامعہ کے تمام اساتذہ کرام اور طلبہ کے دلوں میں آپ کی اتنی محبت تھی کہ جب بھی کوئی طالب علم حضرت مفتی صاحب کو دیکھتے بلکہ نام سنتے ہی خوش ہو جاتے۔ اور خوشی کا اثر اس کے چہرے میں ظاہر ہو جاتا۔ اور جامعہ کے بڑے بڑے اساتذہ بھی جب حضرت مفتی صاحب کا تذکرہ کرتے تو انتہائی محبت وعقیدت سے یاد کرتے۔ ایسا لگتا کہ حضرت مفتی صاحب ان کے بھی شیخ اور استاذ ہیں۔ جس وقت ہم درجہ سادسہ میں پڑھتے تھے تو حضرت مفتی صاحب کو توضیح وتلویح پڑھانے کو ملی۔ تو ہمارے ایک شفیق استاذ حضرت مولانا عطاء الرحمن صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ تم لوگوں میں کیا کمال ہے کہ حضرت مفتی صاحب جیسے شخصیت تمہیں توضیح وتلویح پڑھائیں گے۔ کیونکہ عام طور پر دورہ حدیث سے نچلے درجات میں حضرت مفتی صاحب کا گھنٹہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اساتذہ کی مجالس میں بھی اساتذہ کا آپ سے محبت وعقیدت نمایاں تھی۔

حضرت کی تدریس کا انداز:

حضرت مفتی صاحب جس طرح دوسرے کمالات اور اوصاف کے ساتھ متصف تھے۔ اس

طرح آپ میں یہ کمال بھی بدرجہ اتم موجود تھا کہ آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے مدرس اور شیخ الحدیث تھے۔ ۴۰ سال سے زیادہ عرصہ آپ مسند حدیث میں بیٹھ کر کتب حدیث کا درس دیتے رہے۔ آپ کی درس میں چند خصوصیات نمایاں اور قابل ذکر تھیں۔ آپ کے درس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ وقت کے انتہائی پابند تھے۔ گھنٹہ بجتے ہی کلاس میں تشریف لے آتے۔ بغیر کسی شدید عذر کے آپ نے کبھی درس میں ناغہ نہیں کیا۔

دوران درس آپ سبق کے علاوہ زائد گفتگو زبان سے نہیں نکالتے۔ اور پورا گھنٹہ مسلسل سبق میں صرف کرتے۔ البتہ کبھی کبھی طلبہ کی نشاط اور بیداری کے لئے کوئی اچھا سا لطیفہ سنا دیتے۔ طویل درس جاری رہنے کے باوجود کوئی طالب علم بور نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی دن اگر کلاس آنے میں دیر فرماتے تو طلبہ بشدت انتظار کے دار الحدیث کے دروازوں کی طرف دیکھتے۔

اللہ تعالیٰ اہل زبان نہ ہونے کے باوجود اردو میں فصاحت وبلاغت سے نوازا تھا۔ بخاری شریف کا درس ہو یا اصول فقہ میں توضیح وتلویح کا ایسی فصاحت اور سہل انداز میں سمجھاتے کہ غبی طالب علم کو بھی دوبارہ پوچھنے کی نوبت نہ آتی۔

حضرت کے درس کی ایک خوبی یہ تھی کہ آپ کتاب کا خوب مطالعہ کرکے آتے۔ اور کتاب کھول کر مسئلہ زبانی ترتیب وار سمجھاتے۔ اس کے بعد پھر عبارت لگاتے۔ اور عبارت بھی بجائے طالب علم کے خود پڑھا کرتے اور ایسے روان اور شیرینی کے ساتھ پڑھتے کہ دل چاہتا کہ پڑھتے ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے قوت حافظہ بھی ایسی عطا کی تھی کہ کتابوں کی گہرائی میں جاتے ہوئے اصل مسئلہ کے ساتھ اس کے تمام جزئیات بھی یاد ہوتے۔ سبق کے دوران اگر کسی طالب علم کو سوتے ہوئے دیکھتے تو ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے نرم انداز میں فرماتے کہ (مولوی صاحب آپ اٹھ جائیں) اور یہی اس کی سزا ہوتی۔

آپ کے درس کی ایک خصوصیات یہ بھی ہے کہ کلاس میں بالکل خاموشی ہوتی اور طلبہ ایسے خاموشی سے درس سنتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ طالب علم کو اگر کسی بات پر متنبہ کرنا ہوتا تو انتہائی نرم انداز سے اصلاح فرماتے۔

Scanned with CamScanner

سال کے آخر میں چونکہ حدیث کے اسباق زیادہ ہوتے - اس لئے آپ گھنٹہ شروع ہونے سے پہلے تشریف لاتے اور سبق شروع کرتے - طلباء میں عام طور پر فجر کی نماز کے بعد سونے کی عادت ہے۔ اس لئے کبھی سبق میں دیر کرتے - ایک دن طلباء کو اس پر متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ حضرات جلدی سے آیا کریں - علماء کہتے ہیں فجر کے بعد سونا مناسب نہیں - روایات میں آتا ہے کہ جب عالم فجر کے بعد سوتا ہے تو اس کی وجہ سے زمین فریاد کرتی ہے - اسی بات کا فرمانا تھا کہ دوسرے دن سے تمام طلبہ بروقت کلاس میں پہنچ گئے - یہ تو میری مشاہدات میں سے چند باتیں ہیں جو انہی کمزور کلمات کے ساتھ میں نے حضرت کے متعلق کہہ دیں - امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے برکات و انوارات ہمارے لئے بھلائی کا ذریعہ بنا دے -

حضرت سے آخری ملاقات:

اساتذہ کرام سے ملاقات اور ان کی خدمت کے سلسلے میں تو میں بہت سست ہوں، جامعہ سے فراغت کے بعد کئی مرتبہ اساتذہ سے ملاقات اور ان سے دعائیں لینے کا ارادہ کیا لیکن اب تک اس سے محروم رہا - خوش قسمتی کی بات ہے کہ حضرت مفتی صاحب شہادت کے ایک مہینہ پہلے پروگرام کے سلسلے میں پشاور تشریف لائے - تو اچانک جامعہ عثمانیہ تشریف لائے - یہاں حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا - اور کچھ ساعت صحبت میں بیٹھنے کی توفیق نصیب ہوئی - حضرت مفتی صاحب کو جامعہ عثمانیہ سے پہلے سے تعلق رہا ہے - اس مرتبہ بھی جب تشریف لے آئے تو ایک دن یہاں گزارا - انہوں نے طلبہ حدیث کو اپنے مخصوص انداز میں بخاری شریف کا ایک جامع درس دیا جو ماہنامہ العصر شمارہ نمبر ۲ کے سات صفحات پر مشتمل نظر قارئین ہے - اور دوسرے دن سہ پہر کو حضرت ہم سے جدا ہو کر تشریف لے گئے - ہمیں کیا معلوم تھا کہ دور حاضر کے حجاج بن یوسف آپ کو مظلومیت کا نشانہ بنا کر شہید کر دیتے ہیں - بقول حضرت ڈاکٹر صاحب، ظالم تو نے ظلم کیا ہمارے باغ کے پھول توڑ ڈالے -

اللہ حضرت مفتیؒ صاحب کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عنایت فرما کر ہم سب پسماندگان خصوصاً آپ کے گھر والوں، جامعہ کے اساتذہ، اور طلبہ اور مشرق و مغرب میں تمام متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے - اور بقاء نظام اسلامی کے داعی نظام الدین کی جگہ کسی اور داعی کا انتظام فرمائے - آمین -

یادحیات

مولانا حسن جان صاحب

سوئے منزل شوق

ثمرقند شہر سے جناب امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے اپنی سیاحت کی بس میں روانہ ہو گئے - جو ثمرقند شہر سے شمال کی طرف ضلع ارغد میں ۲۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے - اور شہر سے اس کی طرف اعلیٰ اور وسیع پکی سڑک جاتی ہے - چوک درخشاں سے ہوتے ہوئے قرہ دریا کے پل پر سے گزرے، پورا علاقہ آباد اور زرعی ہے - راستے میں دونوں طرف شہتوت کے درخت، سیب کے باغات ہر قسم کے انگور، آلو بخارا، انار، چاول، تمباکو، روئی، گندم، سفید اور کالی کشمش اور خوبانی وغیرہ کی کاشت ہوتی ہے - ثمرقند کی یہ مشہور چیزیں ہیں - ان کے علاوہ یہاں کے خربوزے، تربوز، ناشپاتی اور اخروٹ بھی مشہور ہیں - ضلع ارغد میں داخلہ کے لئے عام سڑک سے دو طرفہ جدا ہو جاتی ہے - جس پر دروازے بنائے گئے ہیں اور اس سڑک پر دونوں طرف سرو کے درخت لگا دیے گئے ہیں - اور غالباً یہ سب کچھ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں اور مزار شریف جانے کے لئے کیا گیا ہے -

ہم قریہ خواجہ اسماعیل بخاری کے نام سے ایک بڑے گاؤں میں داخل ہوئے - گاؤں کے اندر سے باغات میں امام بخاری کی جامع مسجد اور مدرسہ اور مزار شریف کے لئے مغرب کی جانب پکی سڑک جاتی ہے - گاؤں سے چند گز کے فاصلے پر باغات کے اندر جامع مسجد، مدرسہ اور مزار شریف واقع ہیں - مسجد اور مزار سے باہر کے احاطے میں بہت بڑا برآمدہ ہے - اور اس چار دیواری، احاطہ میں داخلہ کے لئے بہت بڑا دروازہ ہے - یہاں پہنچنے پر میرے احساسات اور جذبات قابو سے باہر ہو رہے تھے - اور وہ کیفیات جو مجھ پر طاری ہو گئی تھیں جو لکھنے میں نہیں آ سکتیں - دروازے سے باہر کچھ علماء

اور طلباء ہمیں دیکھ کر استقبال کے لئے اور مصافحہ کے لئے جمع ہو گئے-ایک عالم سے میں نے پوچھا کہ آپ عربی بول سکتے ہیں؟ تو جواب اثبات میں دیا گیا اور میرے ساتھ روانہ ہو گئے اس عالم کا نام سلیمان بن محمود تھا-جو جامع مسجد کے نائب امام اور مدرسے کے مدرس تھے-اصل خطیب شیخ عثمان بن تیمو. خان اس وقت تاشقند گئے ہوئے تھے-

زیارت مرقد امام بخاریؒ

میرا ارادہ تھا کہ پہلے جامع مسجد میں دو رکعت نفل بطور شکرانہ اور ایصال ثواب کی نیت سے پڑھ لوں اور پھر حضرت امام بخاریؒ کی زیارت کے لئے دوسرے احاطے میں داخل ہو جاؤں مگر شیخ سلیمان نے کہا کہ اب سوا بارہ بجے ہیں اور زوال کا وقت ہے-تو میں مزار شریف کی طرف شمالی دروازہ احاطہ مزار میں داخل ہوا اور قبر مبارک کی زیارت سے مشرف ہوا، حاضری دی، سلام کیا اور بہت رویا اور جملہ احباب سے اجتماعی دعا کرائی -حضرت امام بخاری سے ان کی علمی تحقیق، عملی تقوی اور حضور پاک ﷺ کی احادیث مبارکہ اور دین حنیف کی عظیم خدمات اور اس راستے میں بہت بڑی تکالیف برداشت کرنے اور حدیث شریف سے ان کی عقیدت اور احترام اور محبت و لگاؤ کی بناء پر مجھے خود حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے از حد محبت اور عقیدت ہے-اور میرے دل میں ان کا خصوصی طور پر بہت زیادہ احترام اور اجلال و اکرام ہے-یہ نئی قبر مبارک سفید گنبد کے نیچے سفید سنگ مرمر کے بڑے بڑے پتھر سے بالترتیب تین منزلہ نما صورت میں بنائی گئی ہے-مزار شریف کے سرہانے پر آپ کا نسب نام تاریخ پیدائش ۱۳ شوال ۱۹۴ھ اور تاریخ وفات، ہفتہ کی رات یکم شوال ۲۵۶ھ اور تاریخی قطعہ یہ سب کچھ عربی میں درج ہیں-

قطعہ : كان البخاری علاماو محدثا جمع الصحيح مكمل التحرير ميلاده صدق (١٩٤ھ) مدة عمره : فيها حمد (٦٢ سال) وانقضى في نوتر (٢٥٦ھ) اور آپ کی تصانیف کا اجمالی تذکرہ ہے-اور یہ کہ آپ بخارا میں درس دیتے رہے-اور آخری عمر میں یہاں آ کر وفات پا گئے اور موجودہ نئی قبر اور تعمیر

ادارہ شون دینیہ جمہوریہ قازقستان کی نگرانی میں ۱۳۹۴ھ کو آپ کی بارہ صد سالہ تقریبات پیدائش کی مناسبت سے کی گئی ہے-آپ کی قبر مبارک، مسجد اور مدرسے کا احاطہ بہت اعلی، نیا اور شریعت مطہرہ کے مطابق ہے-یہ جگہ سکون، ہیبت اور جلال کا مظہر ہے-خلاف شرع کوئی بات نظر نہیں آ رہی تھی-البتہ ہمارے ساتھ صحافی اور ٹی وی والے تھے اس لئے وہ اپنی اطلاعات کے سلسلے میں مختلف تصاویر اتارتے رہے-میری طبیعت پر کافی بوجھ رہا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر اقدس کے ساتھ ہماری تصاویر کھینچی جائیں مگر وہ تاریخی یادگار کے طور پر مجبور کرتے رہے اور اس مقصد کے لئے ہمارے ساتھ گئے ہوئے تھے-واستغفر الله ، سبحان و تعالى من جميع مايخالف الشرع ، واتوب اليه انه هوا التواب الرحيم - زیارت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد ہم نے پہلے مسجد میں نماز شکرانہ ادا کی اور پھر میں نے ساتھیوں کو نماز ظہر پڑھائی-یہاں کے علماء سب احناف ہی ہیں-دعا کے بعد جذباتی کیفیات کے ساتھ اور اس سعادت حاصل ہو جانے پر شکر ادا کرتے ہوئے ثمرقند میں ایک بڑی جامع مسجد دیکھی جو مسجد طلاکاری کے نام سے مشہور ہے-جامع مسجد طلاکاری اور یہ دونوں مدرسے پرانے عہد اور اسلامی طرز تعمیر کے عجیب اور حسین شاہکار ہیں-مسجد اور شمال و جنوب کے مدرسوں کے درمیان بہت بڑا حوض اور احاطہ ہے-اور بالمقابل بڑی تفریح گاہ اور دو رویہ سڑک اور درخت ہیں-سیاح بہت آتے ہیں اور سیمنٹ کی بنی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ کر لطف اندوز ہوتے ہیں-مسجد کے مشرقی احاطہ میں دکانیں ہیں یہاں صرف نماز جمعہ اور عیدین ہوتی ہیں اور آج کل نماز تراویح کے لئے بھی کھول دی گئی ہے-مسجد کی دوبارہ تزئین، رنگ و روغن اور سنہرے-پھولوں اور کلمات پر کام ہو رہا ہے اس محلے کا نام محلہ ریگستانی اور چوک کو سمرقند سکوائر کہتے ہیں-پرانی مساجد میں اب تک صرف چار مساجد کھول دی گئی ہیں-اکثر مساجد اب تک بند پڑی ہیں-

بادشاہ تیمور لنگ کا مزار دیکھا، جو ایک پرانی اور یادگار اسلامی عمارت میں واقع ہے-اصل قبر زمین دوز ہے-جہاں پر جانے کے لئے حکومت نے ہمارے لئے دروازہ کھول رکھا تھا-بادشاہ تیمور لنگ کی قبر کے ساتھ ان کے فرزندوں اور اتالیق میر سعید بیگ اور میر " " شاہ اور الغ بیگ شہید کی قبریں ہیں-یہ مقبرہ پہلے بالکل بند رہا-۱۹۴۱ء سے کھول دیا گیا ہے-حکومت کی طرف سے ایک بہت

بڑے اور خوبصورت ہوٹل میں ظہرانے کا انتظام تھا جہاں پر باہر کے لوگ ٹھہرتے ہیں۔ بازار میں تفریح کے بعد واپس سوا پانچ بجے عصر کے وقت جہاز سے تاشقند روانہ ہوئے اور چھ بجے عصر کے بعد تاشقند کے ہوائی اڈہ پر اتر گئے۔ تاشقند میں مرزا غالب کے نام پر ایک تنظیم نے وعدہ لیا ہوا تھا کہ افطاری اور مدرسہ مرزا غالب اور مسجد کی افتتاحی تقریب آپ سے کروانی ہے۔ چنانچہ وہ ہوائی اڈہ پر انتظار میں کھڑے تھے۔ خوشی کے اظہار کے طور اپنے ساتھ موسیقی کا مردانہ طائفہ بھی لے آئے تھے۔ جوا پنے آلات طرب اور موسیقی سے ہمارا استقبال کر رہے تھے یہ یہاں کا رسم و رواج ہے ان کے ساتھ محلہ مرزا غالب گئے اور وہاں ان انجمن کی نگرانی میں ایک بڑی جامع مسجد اور اسلامی مدرسہ زیر تعمیر ہیں جو سعودی حکومت اور تائبانی گروف آف پاکستان کی طرف سے امداد پر تعمیر ہو رہی ہے۔ نماز مغرب میں نے پڑھائی اور نماز کے بعد کھانے کے ساتھ ساتھ تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ کافی مسلمان جمع ہو گئے تھے اور ایک پردہ میں خواتین بھی تھیں۔ اختتامی تقریر میں نے عربی میں کی اور دعاء کروائی۔ فوری چندہ بھی کافی ساتھیوں نے پیش کیا جس سے وہ بہت خوش ہوئے۔ پیر مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۹۲ء کو صبح شہر میں کچھ تفریح کے بعد اور ازبکستان ہوٹل میں ظہرانی کے بعد تاشقند کے ہوائی اڈہ پہنچ گئے اور کچھ تاخیر کے ساتھ تقریباً تین بج کر بیس منٹ پر جہاز سے وطن روانہ ہوئے اور پونے چھ بجے عصر کے وقت اسلام آباد کے ہوائی اڈہ پر اتر گئے۔ سرکاری کاروائی کے اختتام پر اپنی کار سے تقریباً ساڑھے نو بجے رات کو چارسدہ پہنچے اور اس طرح یہ سفر خیر و عافیت کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ وللہ الحمد علی ذالک۔

مختصر جائزہ

اس سفرنامہ کے آخر میں مسلم ریاستوں کی مجموعی صورت حال پر چند معروضات پیش خدمت ہیں۔ خوش آئندہ بات یہ ہے کہ وہاں پر حالات بتدریج بہتر ہو رہے ہیں اور لوگ دین کی طرف رغبت کرنے لگے ہیں۔ لیکن ستر سالہ غلامی کے دوران اور سرخ ظالمانہ اور مستبدانہ سامراج کے ماتحت رہنے کی بناء پر ان کا لباس اب تک وہی پرانا ہے۔ پردہ نہیں ہے کرنسی روبل ہے جو آج کل پاکستانی روپوں کے حساب سے چار روبل ایک پاکستانی روپیہ کے برابر ہے۔ ان بیچاروں کو روسی نظام نے پوری دنیا سے الگ تھلگ رکھا ہے اور ان کا کسی دوسرے ملک کے کسی فرد سے بھی رابطہ قائم کرنے نہیں دیا گیا۔ ریڈیو، ٹی وی پر اپنے ملک سے باہر کا پروگرام نشر نہیں کیا گیا۔ ہر وقت ان کے کانوں میں اپنے غیر فطری نظام کے گن گائے گئے اور ان کو باہر کی دنیا سے بالکل بے خبر رکھا گیا۔ شہروں میں اب بھی لینن اور دیگر شخصیات کے مجسمے سڑکوں اور چوراہوں پر نظر آتے ہیں ایک مادر پدر آزاد برہنہ عورت کا مجسمہ تاشقند کے ایک چورائے میں ایک بلند جگہ پر نصب ہے جو لوگوں کو خالص حیوانیت اور غیر فطری آزادی کی طرف دعوت دیتا نظر آ رہا ہے۔ یہ مجسمے تاشقند کے نئے حصے میں ہیں جس کی تعمیر روسی دور میں ہوئی ہے اور جس میں کوئی مسجد نہیں ہے مفتی ازبکستان کے بیان کے مطابق اب اس حصہ میں ایک مسجد بن گئی ہے اور دوسری زیر تعمیر ہے۔ ہم نے خود نہیں دیکھی اور نہ یہاں اذان سنی۔ نئے حصہ میں وہ بلڈنگ بھی دیکھی جہاں پر ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بارے میں ایوب خان مرحوم اور شاستری کے درمیان معاہدہ تاشقند ہوا تھا۔ نئے شہر کی سڑکیں کافی چوڑی ہیں اور ان پر پٹرول اور بجلی سے بسیں اور ٹرام چلتی ہیں اور زمین دوز ریل بھی چلتی ہے۔ کرایہ سستا اور مواصلات زیادہ ہے بجلی اور گیس کی بہتات ہے۔ لوکل فون پاکستانی حساب سے ۵ پیسے فی کال ہے۔ شہر میں سائیکل یا موٹر سائیکل، رکشہ، تانگہ، گھوڑا وغیرہ نہیں ہیں شہر کی فضا صاف اور پرسکون ہے۔ لوگ مہذب اور قانون کے پابند ہیں۔ پولیس والے بہت کم وہ بھی ٹریفک پولیس ہوتی ہے۔ اسلحہ نظر نہیں آتا۔ بسوں اور ٹراموں کے لئے سٹاپوں پر ٹکٹ کیبن ہوتے ہیں۔ صفائی والی عام عورتیں ہوتی ہیں۔ کالج کے لڑکے، لڑکیاں بھی کالجوں اور کالج کی سڑکوں اور گلیوں میں خود جھاڑو دیتے نظر آتے ہیں۔ کتاب خانوں میں دینی کتب اور مصاحف شریف نہیں ملتے۔ اس لئے وہاں کے مسلمانوں کا مطالبہ ہوتا ہے کہ ہمارے لئے دینی کتب اور مصاحف بھیج دیں۔ تبلیغ والوں کے لئے اچھا موقع ہے۔ اور تبلیغ کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس لئے میں تمام دینی اور مذہبی اداروں اور تبلیغی حضرات سے اپیل کرتا ہوں کہ وہاں جا کر اپنے دینی بھائیوں کی مذہبی، اخلاقی، معاشرتی امداد کریں اور وہاں کے بچوں کو یہاں اپنے مدارس میں داخلہ دلوائیں اور ان کی دینی تربیت کر کے اپنے ملک کی اصلاح اور تبلیغ کے لئے تیار کریں۔ (وما ذالک علی اللہ بعزیز)

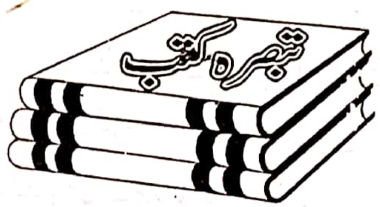

تبصرہ نگار: از حافظ احسان الرحمٰن عثمانی

کتاب کا نام: معجزات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف: میجر فتح محمد

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

زیر نظر کتاب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات مبارکہ پر لکھا ہوا مجموعہ ہے۔ انبیاء کرام اور رسل کی نبوت و رسالت کی تصدیق وتائید کے لئے بطور خرق عادت ان کے نفوس قدسیہ سے جس چیز کا ظہور ہوتا ہے، ان کو شریعت کے عرف میں معجزہ کہا جاتا ہے۔

معجزہ کا معنی بھی یہی ہے۔ جو دوسرے کو عاجز بنائے تو یہ بھی نبوت و رسالت ہی کا خاصہ ہے جس کا ظہور غیر نبی سے ممکن ہی نہیں۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاں اور بڑے بڑے معجزات ہیں جن پر محققین علماء کی بہت سی کتب متداول و مشہور ہیں۔ تو اسی طرح کتاب ہذا میں بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو احادیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

موضوع کی اہمیت اس اعتبار سے بھی واضح ہے کہ بعض نئے روشن مزاج لوگ آپ ﷺ کے معجزاتی عمل میں طرح طرح کی تاویلات اور ترجیحات کا سہارا لیکر انکار کر بیٹھے ہیں۔ حالانکہ منصب رسالت ونبوت کے ہوتے ہوئے معجزات کے تسلیم کرنے مین کیا استحالہ ہے۔ کہ رب کائنات اپنے قدرت کاملہ کے کرشمے اپنے خاص نمائندوں کے ہاتھوں پر ظاہر فرمائے۔

کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے جامعیت اور مضمون میں یکسانیت کی حامل ہے۔ حق تعالی رحمت کائنات کی شفاعت عظمٰی اور حوض کوثر پر حاضری کے لئے وسیلہ ثابت فرمائے۔

کتاب کا نام: مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ۔

تالیف: مولانا محمد بلال عبدالحسینی ندوی۔

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ۔

انسانی تفکرات کے خلجان و کشمکش کے وقت ایک ذہنی سوال ابھرتا ہے کہ زندگی کے نصب العین سنوارنے میں کیا کچھ اقدامات کیے جائیں اور یہ کہ تزکیہ نفس اصلاح باطن کے لئے کونسی تدابیر کارفرما اور کارگر ثابت ہوسکتی ہیں۔ یہ فطری طور پر اصلاح نفس، کے طلبگار کی صداء ہوتی ہے۔

جس کا جواب حالات حاضرہ کے حوالے سے یہی دیا جا سکتا ہے۔ کہ اکابر و اسلاف کی زندگی کا گہری نظر سے مطالعہ کرنا ہے کیونکہ ان کی پہچان تبع قرآن اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے۔ ان کے ساتھ نظریاتی وابستگی، دل و دماغ کی تروتازگی، خلوت کدہ کے لئے مونس، غمزدہ کے لئے انیس، دنیا وآخرت کے لئے رہبر اور نور ایمان کو بڑھانے کا ذریعہ ہے۔

زیر نظر کتاب بھی اس سلسلہ صافیہ میں ایک ایسے علمی اور ہمہ گیر شخصیت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ جن کا تعارف ایک علم وعمل کے پیکر، ادبی محقق اور عظیم اسلامی سکالر سے کیا جاتا ہے، کے امتیازات وخصوصیات اور تجدیدی کارناموں پر یہ ایک مجلہ نافعہ ہے۔

ماہنامہ القاسم اکیڈمی نے اس سے پہلے حضرت والا کی سیرت وسوانح پر ایک گراں قدر ضخیم اور دیدہ زیب خصوصی نمبر شائع کیا ہے۔ لیکن بسط وتفصیل کے بعد تلخیص کے طور پر دوبارہ اس کی اشاعت کی ضرورت محسوس کی۔ موضوع سخن حضرت موصوف کے تبحر علمی، ادبی ذوق، وسعت مطالعہ اور آپ کے اخلاق حسنہ کا ادبی پیرائے میں تذکرہ ہے۔ ساتھ ساتھ آپ کے دینی خدمات اور تجدیدی کارناموں کو بھی محور تحریر بنایا ہے۔ جس سے امت کے علمی طبقے کو اصلاحی وتبلیغی اور مطالعاتی ذوق میں معاونت ہوگی۔ رب کائنات مقبولیت عامہ سے نوازے۔

ایں دعا از من واز جانب جہاں امین باد

اطلاع

جامعہ عثمانیہ کو اعلیٰ معیار اور احسن کردار کا حامل بنانے کے لئے جامعہ میں مجلس شوریٰ کا ایک نظام قائم ہے۔ اور جامعہ کے ہر ائندہ سال کے عزائم و ارادے مجلس شوریٰ کے اراکین کے مفید مشوروں کی روشنی میں طے پاتے ہیں۔ اس لئے ہر سال جامعہ میں مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوتا رہتا ہے۔

امسال بھی حسب سابق **15** اگست **2004**ء بروز اتوار بوقت **9** بجے صبح جامعہ عثمانیہ پشاور میں مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد کیا جا رہا ہے۔ شوریٰ کے اراکین اور علم دوست حضرات سے استدعا ہے کہ وہ اس میدان میں جامعہ کی سرپرستی فرما کر شرکت فرمائیں۔ اگر کسی تک دعوت نامہ نہ پہنچ سکے۔ تو اس اعلان کو دعوت نامہ سمجھ کر تشریف لا کر دین کی سربلندی کا ذریعہ بنیں۔

شکریہ

(ادارہ)

بنوں
برانڈ ٹریڈ مارک
معیار میں اعلیٰ

توابل الادم

سولہ اجزاء کا مجموعہ

بنوں

سالن مصالحہ

مرچ سرخ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، کالی، دارچینی، جلوتری، الائچی کلاں، اجوائن، انار دانہ، تیز پتہ، جائفل، لونگ اور ٹماٹر پاؤڈر

تیار کردہ:- حاجی مقبول الرحمن، شاہ قیاز خان

گل آباد کالونی دلہ زاک روڈ پشاور - پاکستان

Regd. No.P-402 Monthly AL-ASR Peshawar.

جامعہ عثمانیہ پشاور

Jamia USMANIA Peshawar

منافع بخش کاروبار میں شرکت کی دعوت!

یاایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم (الصف/

اے ایمان والو۔ میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک دردناک عذاب سے

کیا آپ چاہتے ہیں؟ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے یقیناً چاہتے ہوں گے کہ آپ کی
آمدنی دنیا و آخرت میں آپ کی بھلائی کا ذریعہ بنے تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا پرخلوص
اپناتے ہوئے قرب وجوار میں غرباء، فقراء، یتیم بچوں کا سہارا بنیں اور دین کے کاموں
مدارس عربیہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا مال دین سیکھنے والوں پر خرچ کریں۔

اس سلسلہ میں ﴿جامعہ عثمانیہ پشاور﴾ کو نہ بھولیں جس کے تعلیمی سال
(۲۵-۱۴۲۴ھ) کا سالانہ تخمینی بجٹ 50,75,003 (پچاس لاکھ پچھتر ہزار
روپے)۔ جس میں تین لاکھ ... کتب وتفسیر کی خریداری اور تقریباً 15,95,196
تعمیرات کے لئے ہیں۔ آپ ... عطیات اور چرم قربانی کا بہترین مصرف
﴿جامعہ عثمانیہ پشاور﴾ کو ہمیشہ کے لئے توجہات کی فہرست میں رکھیں۔

اکاؤنٹ نمبر 716-0 یونائیٹڈ بنک سنہری مسجد روڈ پشاور صدر	فارن کرنسی اکاؤنٹ 60035-3 حبیب بنک ارباب روڈ پشاور صدر صوبہ سرحد پاکستان

آپ کا ...
مفتی ...